مطالعہ کیوں اور کیسے؟



اسمارٹ کتب

SMART KUTUB

Like & Join Us

On

Facebook and Telegram

https://www.facebook.com/smartkutub/
https://t.me/smartkutub

کتب کی پیشکش ایک نئے انداز سے
فروغ علم و کتاب میں ہمارا ساتھ دیجئے

نام کتاب: مطالعہ کیوں اور کیسے ؟

مؤلف: رحمت اللہ ندوی

پیشکش: SmartKutub

قیمت: 30روپے

فیڈبیک: +923079259266 (صرف واٹس ایپ)

نوٹ: اس کتاب میں موجود تمام لنکس click-able ہیں۔ اس کتاب کے فہرستِ مضامین میں کسی عنوان پر کلک یا tap کر کے مطلوبہ موضوع تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اور ہر صفحے کے نیچے دائیں جانب "واپس اوپر" کلک یا tap کر کے واپس فہرستِ مضامین کے صفحے پر آسکتے ہیں۔ غلطیوں کی نشاندہی آپ کا حق ہے، یہ حق ادا کیجئے، ہم شکریہ کے ساتھ قبول کریں گے۔

پہلے اسے پڑھیے۔

آپ کے ہاتھوں میں اس وقت جو Ebook ہے۔ اس کو بنانے میں بہت محنت کی گئی ہے اور وقت اور سرمایہ خرچ ہوا ہے۔

ادارے کا مقصد اسی طرح کی مزید علمی و ادبی کتب کو جدید انداز میں منظر عام پر لانا ہے جس کے لیے آپ حضرات کا تعاون مطلوب ہے۔

اس لیے ہر برقی کتاب (E-Book) کی انتہائی معمولی قیمت 30 روپے مقرر کی گئی ہے اور قارئین سے گزارش کی جاتی ہے کہ ہر ماہ حسبِ توفیق یا کم از کم ایک کتاب خرید کر ہمارے دست و بازو بنیں اور علم کے فروغ میں اپنا حصہ ڈالیں اور جن کے لیے یہ قیمت بھی ادا کرنا ممکن نہ ہو، وہ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

قیمت ادا کرنے کے لیے درج ذیل جاز کیش یا ایزی پیسہ اکاؤنٹ میں رقم ٹرانسفر کریں۔

JazzCash	0307-9259266
EasyPaisa	0307-9259266

فہرستِ مضامین

عرض حال (طبع دوم)

الحمدللہ یہ کتاب آج سے کئی سال قبل شائع ہو کر مقبول ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن نکلے۔ در حقیقت یہ چند صفحات پر مشتمل ایک مضمون تھا جسے پھیلا کر کتابی صورت دی گئی تھی اور اس وقت اختصار ہی پیش نظر رکھنا تھا تاکہ طلبہ باآسانی مطالعہ کر سکیں لیکن بعد میں بہت سی باتیں ذہن میں آئیں جو موضوع سے مناسبت اور مطابقت رکھتی تھیں اس لیے ان کا اضافہ ناگزیر معلوم ہوا جبکہ بعض مقامات پر حذف یا تسہیل یا تغییر ترتیب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ حذف و اضافہ اور تہذیب و تنقیح کے دوران یہ بھی خیال رہا کہ اس کے ذریعے اس کتاب کو اپنے موضوع پر جامعیت اور انفرادیت بخش دی جائے۔

محض اللہ کے فضل و کرم سے یہ مرحلہ بھی تکمیل کو پہنچ گیا اگرچہ بعض وجوہات سے بڑی تاخیر ہوئی۔ اس نئے ایڈیشن میں بہت سے قیمتی اور اہم اضافے کیے گئے ہیں اور کئی مستقل عناوین بھی بڑھائے گئے ہیں مثلاً: وقت کی قدر و قیمت ، اچھی کتاب ،

کتاب کی قدر و قیمت کیسے پہچانیں؟ ، ذوقِ علم اور شوقِ مطالعہ اسلاف کے چند واقعات ، اخبار و جرائد کا مطالعہ کیسے کریں؟ تعطیلات کیسے گزاریں؟ ، مطالعہ کا ایک ذریعہ علمی مذاکرہ، مطالعہ کا ایک نیا طریقہ، کن مؤلفین کو پڑھیں ؟، وغیرہ۔

اسی طرح کتاب کے آخر میں کیا پڑھیں؟ کے تحت کئی فنون کا اضافہ کر دیا گیا ہے جو پہلے ایڈیشن میں نہ تھے اور کتابوں پر نظر ثانی کر کے بعض نئی کتابیں بڑھائی گئی ہیں اور فہرست طویل ہونے کی وجہ سے بعض کتابیں حذف بھی کر دی گئی ہیں جس کی وجہ سے کتاب کا حجم دو گنا بلکہ سہ گنا ہو گیا ہے، سائز بھی بدل گیا ہے۔

اللہ کی ذات سے امید یہی ہے کہ یہ ایڈیشن زیادہ جامع ، مرتب اور نافع ثابت ہو گا اور پہلے سے زیادہ مقبولیت حاصل کرے گا۔

اب جس کے دل میں آئے وہ پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا

عصر حاضر میں علمی انحطاط و قحط الرجال کا ایک بڑا سبب مطالعے سے عدم مناسبت اور کم دلچسپی ہے۔ اگر مطالعہ ہوتا بھی

ہے تو غیر مرتب و غیر منظم انداز میں بغیر کسی کی سرپرستی اور راہنمائی کے، جس کی وجہ سے مطالعے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے اور جو نفع حاصل ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا۔ یا ایسی کتابوں کا مطالعہ ہوتا ہے جو سطحی اور تفریحی ہوتی ہیں جن میں معلومات نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، وہ محض وقت گزاری اور چٹخارے اور تسکین خاطر کی غرض سے پڑھی جاتی ہیں۔

موبائل اور اس میں موجود بہت سے فنکشنز نے بھی نظامِ تعلیم اور مطالعے کو خاصا متاثر کیا ہے، جب کئی کئی گھنٹے باتوں میں صرف ہوں گے یا اس میں موجود پروگرام سے لطف اندوزی ہو گی تو مطالعہ کب ہو گا؟

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ

> ”وہ شخص کامیاب نہیں ہے جو علم کو کاہلی اور لاپرواہی سے حاصل کرے بلکہ جو شخص نفس کی ذلت اور معاش کی تنگی کے ساتھ حاصل کرے گا وہ کامیاب ہو گا۔“

مالی فراوانی کے سبب اس دور میں آدمی راحت طلب، سہولت پسند اور تعیش و تنعم کی طرف مائل ہو گیا ہے، اس لیے

مطالعے کو ایک بارِ گراں تصور کرتا ہے جس کی وجہ سے طبیعت ادھر مائل نہیں ہوتی جبکہ بلا قربانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اسلاف کے چند واقعات اور کسی بھی پڑھے لکھے شخص کی روداد اور آپ بیتی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رتبۂ بلند پر فائز المرامی اور منصبِ عظیم سے سرفرازی قربانی اور محنت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ شاعر نے سچ کہا ہے:

مؤرخ یوں جگہ دیتا نہیں تاریخ عالم میں
بڑی قربانیوں کے بعد پیدا نام ہوتا ہے

بہرحال اس گئے گزرے دور میں بھی مطالعے کے شائقین اور عاشقانِ علم کی ایک تعداد اب بھی موجود ہے جنہیں بغیر کچھ پڑھے چین نہیں آتا اور نہ سکون ملتا ہے۔ وہ اپنے نظام الاوقات کے بے حد پابند ہونے کی وجہ سے مثالی شخصیت قرار دیئے جانے کے مستحق ہیں۔

ان شاء اللہ یہ کتاب ان طلبہ کی راہنمائی میں ممد و معاون ثابت ہوگی جو اپنے قیمتی لمحات کو ضیاع سے بچا کر کتب بینی اور مطالعے میں گزارنا چاہتے ہیں، علم کا شوق اور مطالعے کا ذوق رکھتے ہیں اور اس میں انہیں لذت اور کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔

جدید ایڈیشن میں جن جن حضرات کی راہنمائی یا مشورہ یا کسی قسم کا چھوٹا بڑا تعاون شامل رہا مؤلف ان سب کا صمیم قلب سے شکر گزار ہے لیکن بطور خاص استادِ گرامی جناب مولانا محمد یعقوب صاحب ندوی مدظلہ (استادِ حدیث و ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء) اور برادرِ گرامی مولانا محمد عثمان ندوی مظاہری (ایڈیٹر دوماہی ترجمان ملت نیپال) کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے جن کے مفید مشوروں سے راہنمائی ملی، برادر مولانا محمد اسحٰق ندوی سیتاپوری جنھوں نے کمپوزنگ اور سیٹنگ کی کلفت برداشت کی اور برادرم عمر بن عبدالعزیز ندوی جو طباعت کا بیڑا اُٹھا رہے ہیں، شکریہ کے مستحق ہیں۔

اسی طرح عزیزان عبدالرحیم بستوی اور محمد انعام الرحمٰن کٹیہاری سَلَّمَهُمَا اللهُ وَ رَعَاهُمَا بھی دعاؤں کے مستحق ہیں جنھوں نے سہولت فراہم کی اور تعاون دیا۔ اللہ تعالیٰ تمام معاونین کو ان کے شایانِ شان صلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

طبعِ اول کے مقدمے اور تقریضوں کو جوں کا توں باقی رکھا گیا ہے۔ کسی نئے مقدمے یا ترمیم کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ، البتہ کچھ تعارف اور تبصرے جو پہلے ایڈیشن پر مختلف مجلات نے شائع

کیے تھے وہ کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔

جن کتابوں یا رسائل سے استفادہ کیا گیا ہے ان کے مراجع آخر میں ثبت کر دیئے گئے ہیں جبکہ طوالت کے باعث کچھ ترک بھی کر دیئے گئے ہیں لیکن کتاب کے اندر وہ حوالے موجود ہیں۔ سب کی مجموعی تعداد پچاس سے زائد ہے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ دورانِ مطالعہ کتاب کے جس حصے میں تشنگی یا کمی محسوس کریں یا کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مؤلف کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اگلی اشاعت میں اصلاح ہو سکے، کیونکہ کوئی بشری کام نقص اور عیب سے خالی نہیں، بے عیب اور پاک ذات صرف اللہ وحدہ لاشریک کی ہے اور غلطیوں سے محفوظ و معصوم صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔

جو بھی ہے اور جیسا بھی ہے، بلا تکلف پیشِ خدمت ہے۔ مؤلف اپنے مقصد میں کتنا کامیاب ہے، یہ فیصلہ قارئین کے ہاتھ میں ہے۔ آخر میں مستفیدین سے اس آرزو اور تمنا کے ساتھ اپنا یہ سلسلۂ تحریر موقوف کرتا ہوں

يَا لَيْتَ مَنْ قَرَأَ كِتَابِي دَعَا لِيَا

(اے کاش ! میری کتاب خوانی کرنے والا مجھے اپنی دعاؤں

سے نوازدے۔)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ وَجَلَالِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَصَلِّ اللّٰهُمَّ وَ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ أَجْمَعِیْنَ

طالب دعا: رحمت اللہ نیپالی

دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْأَمِیْنِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ:

آج کا دور کتب ورسائل، اخبار و جرائد نیز مختلف ذرائع ابلاغ کا طوفانی دور ہے۔ ہر منٹ میں مختلف موضوعات پر بے شمار کتابیں چھپ کر کتابوں کی مارکیٹ میں آرہی ہیں۔ مطالعہ کرنے والے پریشان ہیں کہ کیا پڑھیں اور کیا چھوڑیں؟۔ مطالعہ علم و تحقیق کے لیے ایک ضروری چیز ہے، اسے چھوڑا بھی نہیں جاسکتا۔ ابلاغ و ترسیل کے لیے ذرائع (ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ) نے اگرچہ کتابوں کی کھپت پر اچھا خاصا اثر ڈالا ہے لیکن علم و تحقیق، فکر و نظر کی افزائش میں آج بھی کتابوں کا بنیادی رول ہے۔ خاص طور سے زمانۂ طالب علمی میں علم و فکر کو غذا پہنچانے والی اور انسانی خیالات کو صحیح یا غلط رخ دینے والی یہ کتابیں ہی ہیں۔

مطالعہ اگر کسی راہنمائی کے بغیر ہو تو بسا اوقات انتہائی مضر

بن جاتا ہے۔ مطالعہ کرنے والوں کے دل و دماغ میں غلط افکار و خیالات کی تخم ریزی ہو جاتی ہے اور زندگی کی گاڑی غلط رخ پر چل پڑتی ہے۔ اس لیے اس کی بہت ضرورت تھی کہ آدابِ مطالعہ اور طریقۂ مطالعہ کے بارے میں ایک ایسی کتاب لکھی جائے جو طلبہ کے لیے راہنمائی کا کام دے۔

مجھے خوشی ہے کہ عزیز گرامی مولانا رحمت اللہ ندوی، استاذِ مدرسہ فلاح المسلمین تیندوا، رائے بریلی نے اس موضوع پر "مطالعہ کیوں اور کیسے؟" لکھ کر انتہائی مفید کام انجام دیا ہے۔ ان شاء اللہ تمام طلبہ خصوصاً دینی مدارس کے طلبہ کو اس کتاب سے بہت فائدہ پہنچے گا اور مطالعے کی ضرورت و اہمیت کے واضح ہونے کے ساتھ اس کتاب سے انہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ مطالعہ کس طرح کیا جائے؟ اور کن کتابوں کو مطالعے میں رکھا جائے؟ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول اور نافع بنائے اور مصنف کو اچھے موضوعات پر لکھنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(مولانا) عتیق احمد قاسمی بستوی

(استاذ حدیث و فقہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

پیش لفظ

اس عہد میں جہاں ایک طرف علمی معیار گرتا جارہا ہے اور عموماً طلبہ بے توجہی سے پڑھنے کے عادی ہیں، وہیں کچھ ایسے باذوق اور علمی اشتغال رکھنے والے طلبہ بھی دیکھنے میں آتے ہیں، جن کو اپنی معلومات میں اضافے کا دلی شوق ہوتا ہے اور کثرتِ مطالعہ سے وہ اپنی ترقی کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن اگر صحیح راہنمائی حاصل نہ وہ تو یہ علمی تشنگی اور طلب ان کو غلط راہ پر ڈال دیتی ہے اور ان میں اس راہ سے ضلال، کجی، اور غلط فکر و سوچ پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اور یہی کیا کم نقصان ہے کہ راہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے وہ اپنا وقت اور طاقت ایسی کتابوں کے پڑھنے میں صرف کریں جس کا ان کو صحیح معنی میں معتدبہ نفع نہ ہو۔

نیز بعض طلبہ مطالعے کی اہمیت نہیں سمجھتے اور درسیات پر اکتفا کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خود درسیات کے سمجھنے کے لیے معین کتابوں کے دیکھنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور غیر درسی بھی گو کسی نصاب میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے

غیر درسی کتاب کہلاتی ہوں مگر وہ علم و فہم کے ایسے دروازے کھولتی ہیں جن سے درسیات کے سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔

عزیز گرامی مولوی رحمت اللہ ندوی ، استاذِ مدرسہ فلاح المسلمین تیندوا، رائے بریلی نے اس موضوع پر ایک اچھی کتاب تیار کردی ہے جس میں مطالعے کے سلسلے میں کیوں؟ اور کیسے؟ دونوں سوالوں کے جواب میں طلبہ کے معیار کے اعتبار سے اچھی معلومات جمع کردی ہیں۔

عزیزِ گرامی زَادَہُ اللہُ عِلْماً وَ تَوْفِیْقاً اس سے قبل بھی بعض کتابوں کی تعریب اور بعض کو خود مرتب کر چکے ہیں، اس لحاظ سے انہیں تصنیف و تالیف کا بھی سلیقہ ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ طلبہ کے لیے بالخصوص اور نوجوانوں کے لیے بھی ایک اچھی چیز تیار ہوگئی ہے۔ اللہ کی کریم ذات سے امید ہے کہ ان شاء اللہ اس سے نفع پہنچے گا جو ان کے لیے اور معاونین کے لیے دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں ذخیرے کا باعث ہو گا۔

وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ وَالْمَطْلُوبُ ، وَاللهُ وَلِیُّ التَّوْفِيْقِ

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

(مولانا)عبدالقادر غفرلہ (گجراتی ندوی)

استاذ حدیث ندوۃ العلماء، لکھنؤ

تقریظ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ، اَمَّا بَعۡدُ !

عزیز گرامی مولوی رحمت اللہ نیپالی ندوی کی کتاب ”مطالعہ کیوں اور کیسے ؟“ دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔ س موضوع پر ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جس کے مطالعے سے طلبہ استفادہ کریں۔

واقعہ یہ ہے کہ مطالعہ کیوں اور کیسے کریں؟ جیسے بنیادی سوال ہمارے طلبہ کے ذہن میں نہیں رہتے، اس سوال کی اہمیت ایسے ہی ہے جیسے اس بات کی کہ ہم کیا کھائیں اور کیسے کھائیں؟ جس طرح ہر غذا ہر شخص کے کھانے کی نہیں ہوتی اسی طرح اس بات کی بھی بڑی اہمیت ہے کہ کس عمر کے طلبہ کن کتابوں کا مطالعہ کریں کہ وہ ہضم ہو جائیں اور کتاب کے بنیادی مقصد سے انہیں فائدہ ہو، اسی طرح اس بات کو بھی غیر معمولی اہمیت ہے کہ ہم کیسے کتابوں کو پڑھیں اور ان سے کیسے استفادہ کریں؟

اس لیے کہ اگر یہ کتاب ہمارے مقصد میں مفید نہیں ہے تو ہم کیوں اپنا وقت ضائع کریں؟ طالب علم پہلے اپنا مقصد متعین

کرے اس کے بعد مطالعہ شروع کرے تاکہ کتاب کے ایک ایک لفظ سے وہ فائدہ اٹھائے۔ امید ہے کہ یہ کتاب اس موضوع پر مفید ثابت ہوگی۔

دعاگو

(مولانا) نذر الحفیظ ندوی ازہری

عمید المعهد العالی للدعوة والفکر الاسلامی

ندوۃ العلماء، لکھنؤ

عرض مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰى آلِه وَصَحْبِهِ الْبَرَرَةُ ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ،اَمَّابَعْدُ!

ناچیز مؤلف کا دل رب کریم کے بے پایاں فضل واحسان سے لبریزاور قلب اس کے لامتناہی نوازش و انعام سے معمور اور طبیعت تشکر و امتنان سے مخمور ہے کہ اس نے ایک مفید اور ضروری کام کا خیال دل میں ڈالا اور پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشی۔

مدتوں سے یہ ارمان دل میں پل رہا تھا، عرصے سے یہ جذبہ اندر ہی اندر مچل رہا تھا، ایک زمانے سے خفتہ آرزوئیں انگڑائیاں لے رہی تھیں، طائر فکر و تخیل پرواز کے لیے قفس میں مقید بے تاب ہو رہا تھا، اور اشہب خامہ مہمیز کرنے کے لیے پکار پکار کر دعوت دے رہا تھا، اور وقت تقاضہ کر رہا تھا،مزید بر آں سعادت مند و ہونہار طلبہ کے یکے بعد دیگرے یہ سوالات کہ کیا پڑھیں؟ کیسے پڑھیں؟ آخر پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے فائدہ ہی کیا جب

محفوظ ہی نہیں رہتا؟ کیا طریقہ اختیار کیا جائے کہ پڑھا ہوا محفوظ رہے اور لوح عقل و خرد پر مرتسم اور ذہن و دماغ کی سلوٹوں پر نقش ہو جائے؟ وغیرہ وغیرہ

ان تمام عوامل و محرکات نے قلم میں جنبش اور دست میں حرکت پیدا کر دی اور ان حالات سے نمٹنے اور طالبان علوم نبوت کی مشکلات دور کرنے کے لیے دل میں شدید جذبہ اور داعیہ پیدا کر دیا اور خیال ہوا کہ ایسا کیوں نہ ہو کہ مطالعے کی اہمیت، افادیت، ضرورت اور طریقہ کار وغیرہ پر ایک مختصر سی کتاب تیار کر دی جائے؟ جو ان کے لیے ابتدائی نقوش اور راہنما خطوط کا کام دے بلکہ ان کے کاروانِ علم کے لئے سنگِ میل و منارۂ نور ثابت ہو جس سے استفادہ کر کے وہ اپنے وقت کا صحیح استعمال کر سکیں اور کم وقت میں خاصا کام انجام دے سکیں اور ادھر اُدھر بھٹکنے سے بچ جائیں۔

لہذا بفضلہٖ تعالی اس موضوع پر کتابیں دیکھنے اور چیونٹی کی طرح شکر کے بکھرے ہوئے دانے جمع کرنے کی کوشش شروع کر دی اور بالآخر اللہ نے وہ دن بھی دکھایا جب کہ یہ کتاب مکمل ہو کر زیورِ طبع سے آراستہ ہونے جا رہی ہے اور ان شاء اللہ بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو جائے گی اور استفادے کی راہیں ممکن

اور ہموار ہو جائیں گی۔

طباعت کا بیڑا اکرم فرماو مشفق جناب مولانا محمد ندیم الواجدی صاحب نے اٹھایا ہے اور اپنے مکتبے "دارالکتاب" کی طرف سے شائع کرنے کی ذمہ داری لی ہے۔ مؤلف اس حوصلہ افزائی و ذرہ نوازی پر ان کا شکر گزار ہے، جزاہ اللہ خیراً۔

ترتیب کا کام جاری ہی تھا کہ حسنِ اتفاق سے نوجوان فاضل برادرم مولوی محمد فرمان نیپالی ندوی (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ) کے ذریعے جناب ڈاکٹر عبد الرحمٰن رأفت پاشا مرحوم کی "فن الدراسۃ" مل گئی جس سے خصوصی استفادہ کر کے موضوع سے مناسبت رکھنے والے اجزاء و اقتباسات کا چربہ و خلاصہ اس کتاب کے شروع میں شامل کر دیا گیا ہے جو درسیات کے مطالعے اور درجات کی حاضری و پابندی جیسے امور پر مشتمل ہیں، اس پر مؤلف ان کے لیے دعا گو اور شکر گزار ہے۔

مسودہ ہمارے کئی محترم اساتذہ (خصوصاً مولانا عبد السبحان صاحب ندوی مدنی بھٹکلی و مولانا سید بلال عبد الحی حسنی ندوی) نے نظر ڈالی اور مفید مشورے دیئے اور سب سے آخر میں استاد گرامی جناب مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری مدظلہ العالی نے نظر ثانی فرما کر ازراہِ عنایت تائید و تصدیق کے طور پر تقریظ، استاذ

محترم جناب مولانا مفتی عتیق احمد صاحب قاسمی بستوی مدظلہ العالی نے مقدمہ اور استاذ معظم جناب مولانا عبدالقادر صاحب ندوی مظاہری گجراتی دام مجدہٗ نے پیش لفظ تحریر فرماکر شفقتوں اور توجہات سے نوازا۔ بڑی ناسپاسی اور احسان فراموشی ہوگی اگر ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ اسی طرح سے جملہ معاونین اور رفقاء کا بھی شکر گزار ہوں خاص طور سے عزیزی محمد ابوالبرکات پورنوی سلمہ اللہ ووفقہ ورقاہ کا جو ہماری تحریریں صاف کرنے میں اچھے معاون ہیں۔

خدائی کام کے علاوہ کسی بھی بشری کام کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ نقص و عیب سے پاک ہے۔ ہزار کوششوں کے باوجود بھی فروگزاشت بہت ممکن ہے۔ کتاب کے مطالعے کے دوران اگر قارئین کرام کہیں پر کسی قسم کی غلطی سے واقف ہوں تو ازراہِ کرم ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے۔

آخر میں بندۂ عاجز و ناتواں اپنے مولیٰ کے حضور دست بدعا ہے کہ وہ اس کتاب کو دیگر کتابوں کی طرح مقبول عام و نافع بنائے، اس معمولی کاوش کو قبول فرمائے اور مؤلف، اس کے والدین، اساتذہ و معاونین و قارئین کے لیے ذخیرۂ آخرت و ذریعۂ

مغفرت بنائے (آمین)۔

وَصَلِّ اللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ

طالب دعا

رحمت اللہ نیپالی

خادم الکتاب والسنہ

مدرسہ فلاح المسلمین، رائے بریلی۔

۱۸، محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

۱۷، فروری ۲۰۰۶ء

بَسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت

اللہ تعالی نے انسان کو جو بہت سی نعمتیں اس کائنات میں دی ہیں ان میں سے ایک بہت بڑی نعمت وقت ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اس کی عمر بڑھ رہی ہے، اس کے اوقات بڑھ رہے ہیں لیکن در حقیقت عمر گھٹتی جاتی ہے اور ہر لمحہ وقت کی متاعِ گراں مایہ اس کے ہاتھوں سے نکلتی جاتی ہے

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے ، لمحہ لمحہ ، دم بہ دم

وقت کی قدروقیمت کے سلسلے میں دانشوروں نے بے شمار فلسفے پیش کیے ہیں، کسی نے کہا: "وقت ایک سونا ہے" کسی نے کہا: "وقت ہی زندگی ہے" کسی نے کہا: "وقت دنیاوی زندگی کی روح ہے۔"

وقت ایک ایسی زمین ہے جس میں اگر سعی کی جائے تو وہ ضرور پھل دیتی ہے اور بے کار چھوڑ دی جائے تو خاردار جھاڑیاں

اگاتی ہے۔ فیشن غوث نے کہا:

”وقت روئی کے گالوں کی مانند ہے، عقل و حکمت
کے چرخے میں کات کر اس کے قیمتی پرچہ جات
بنا لیے گئے تو کام میں آجائیں گے ورنہ جہالت کا
طوفان اسے کہیں نہ کہیں اڑا لے گا“۔

لیکن تعجب ہے کہ ابنِ آدم جس بے دردی کے ساتھ وقت کو ضائع کر دیتا ہے دنیا کی کوئی بھی چیز اس قدر لاپروائی کے ساتھ ضائع نہیں کی جاتی ہوگی، انسانوں کو سوچنا چاہیے کہ اس زندگی کی مدت ہی کیا ہے۔

غور کیجئے کہ زندگی کا آغاز عہد طفولیت سے ہوتا ہے جو کہ فی الواقع گردشِ دوراں سے کوسوں دور اور موسم بہار کی دلفریبیوں، مسکراتی صبح کی راعنائیوں اور شامِ جہاں تاب کے حسین نظاروں سے معمور ہوتا ہے لیکن لڑکپن کا بانکپن ابھی لگا ہی رہتا ہے کہ سبک خرامی کے ساتھ شباب کی منزل آ پہنچتی ہے، یہاں جوش و ولولہ، رعنائی وزیبائی کا ایک حسین امتزاج ہوتا ہے، ابھی شباب و جوانی کا یہ مرحلہ ہنگام ختم بھی نہیں ہوتا کہ کہولت کی منازل طے کرتی ہوئی سفینۂ حیات ساحلِ عمر کے قریب لنگر انداز ہو جاتی ہے اور زندگی کا یہ روشن چراغ ٹمٹاتا ہوا کوئی دم کا مہمان ہو جاتا ہے

اور اسے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ

وائے نادانی بعد از مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

آج انسان اپنی عمر عزیز کو لیت و لعل اور بے جا آرزوؤں اور انتظار میں گزار کر یہ حسرت کرتا ہوا چلا جاتا ہے

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

اسی چار دن کی عمر مستعار میں انسان کو اختیاری مضمون دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے لئے گلزار کا انتخاب کرے یا خارِزار کا، اول الذکر نیک بختوں اور کامیاب لوگوں کی راہ ہے اور ثانی الذکر بد بختوں اور نامراد لوگوں کی راہ ہے اور انہی دوراہوں پر اس کی اگلی زندگی کا حال موقوف ہے

خواب و خیال کی یہ دنیا یا لھو لعب اور تفریح کے نو بہ نو اشیاء اپنے اندر رکھتی ہے، یہاں چمک ودمک کے ہزاروں خوشنما جلوے ہیں جہاں پہنچنے کے بعد انسان کی فطرت سلیم پر واپسی ناممکن ہوتی ہے، قرآن نے انسانوں کو غفلت سے نکلنے کے لئے کئی ایک مقامات پر متوجہ کیا ہے اور وقت کی اہمیت اجاگر

کرنے اور اس کی قیمت باور کرانے کے لئے اس میں صبح، چاشت، دوپہر، عصر، شام اور رات کی قسم کھائی گئی ہے جس سے مقصود خوابِ غفلت میں پڑے انسانوں کو وقت اور عمر عزیز کی برق رفتار ساعتوں کو بروئے کار لانے اور محاسبہ کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے۔ اسی طرح شریعت نے ہر حکم کی بجاآوری کو وقت سے اس طرح جوڑ دیا ہے کہ اگر وہ حکم مقررہ وقت پر ادا نہ کیا جائے تو انسان زندگی بھر اس کی قضا کرتا رہے لیکن وہ ادا کے درجے میں نہ ہو گا، معلوم ہوا کہ وقت اور نظم وضبط کی پابندی ضروری ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ ، صِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ ، فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَ غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ

(مستدرك حاكم)

(پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: موت سے پہلے زندگی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو، مشغولیت سے پہلے فراغت کو، پیری سے پہلے

جوانی کو اور تنگدستی سے پہلے مالداری کو)

علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں ایک حدیث نقل کی ہے جس سے وقت کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس ووقت دن یہ اعلان کرتا ہے :مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَّعْمَلَ خَيْراً فَلْيَعْمَلْهُ فَإِنِّي غَيْرُ مُكَرَّرٍ عَلَيْكُمْ أَبَداً (آج اگر کوئی بھلائی کر سکتا ہے تو کرلے، آج کے بعد میں پھر کبھی واپس نہیں لوٹوں گا)۔

یہی وجہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ یہ کام کل تک مؤخر کر دیجیئے تو آپ نے فرمایا کہ:

”میں ایک دن کا کام بمشکل کرتا ہوں اور اگر اس کو کل پر چھوڑ دوں تو دو دن کا کام ایک دن میں کیسے کروں گا؟“

یہ تھا وقت کی اہمیت کا احساس۔

تعلیم کا زمانہ وقت کو قابو کرنے کا سنہری موقع ہوتا ہے، یہاں پر ہی اگلی زندگی کی تعمیر و تشکیل کی بنیاد پڑتی ہے، اس عمارت کی

تعمیر میں عمرِ عزیز جس قدر مشقتوں سے دوچار ہو گی ، وقت کا سرمایہ جس سلیقے سے صرف کیا جائے گا، نظام و ترتیب کے سنگِ مرمر سے جس حد تک نقاشی کی جائے گی، عمارت اسی قدر دلکش اور عمدہ ہو گی لیکن عمارت کی تعمیر و تشکیل میں اگر وقت کے خام مسالے کا استعمال کیا جائے گا تو آگے چل کر خانما برباد ہو کر کسی دوسرے کے سائے کا محتاج ہو گا، بہت سے تن آسان اور وقت کو رائیگاں کرنے والے یہ شکوہ کرتے ہیں کہ:

ذکرِ خدا کارِ جہاں یادِ رفتگاں
دو دن کے اس قیام میں کیا کیا کرے کوئی

حالانکہ اسی تھوڑی سی زندگی اور وقت میں ہمارے اسلاف نے حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے اور دین و دنیا کی برکات اور سعادتیں حاصل کی ہیں اور اپنے پیچھے گراں قدر علمی سرمایہ چھوڑا ہے مثلاً: ابولوفاء ابن عقیل نے ایک کتاب آٹھ سو جلدوں میں تیار کی، اسی (۸۰) فنون میں کتابیں تصنیف کیں۔

علامہ ابن الجوزی کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو غسل کے واسطے پانی گرم کرنے کے لیے وہ برادہ کافی ہو گیا جو صرف احادیث لکھنے میں قلم کے تراشے جمع ہوئے تھے۔

زندگی کی کتنی قیمتی گھڑیاں ایسی ہیں جن کو یوں ہی ضائع کر دیا جاتا ہے، تضییع اوقات کے بے شمار مشاغل ایسے ہیں جن میں انسان غیر اخلاقی جرائم کا ارتکاب کرتا رہتا ہے، زمانے اور اوقات کا احترام اور احساس اللہ رب العزت کا گراں مایہ انعام ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ (آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی مشاغل ترک کر دے)۔

اسی حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے نظام زندگی کی اہمیت پر بطور نمونہ پیش کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وقت کی گود میں وہ شاہین صفت نونہال پروان چڑھتا ہے جو قوم و ملت کو ترقی کی شاہ راہ پر گامزن کرتا ہے چونکہ افراد کے ہاتھوں میں ہی قوم وملت کی تقدیر سنورتی ہے، کسی بھی قوم کی زبوں حالی کی سب سے پہلی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کے افراد ضیاع وقت کا شکار ہو جائیں۔

آج مغربی دنیا ایجادات و اختراعات کے میدان میں ہر چہار جانب سے دادِ تحسین حاصل کر رہی ہے، سائنس و ٹیکنالوجی کے ذریعے چاند پر کمندیں ڈال چکی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسے وقت کی قدر و قیمت کا بخوبی احساس ہے، وہ بحث و تحقیق کی خاردار وادی میں بلند عزائم اور جواں حوصلہ لے کر بڑھتی ہے اور

کامیاب نظر آتی ہے، یہی صورت کبھی مسلم دنیا کی بھی تھی جب اس نے وقت کی اہمیت کو سمجھا تو اس نے اسے البیرونی، ابنِ سینا، فارابی اور ابنِ خلدون جیسا معلم عالم (دنیا کا استاد) بنادیا۔

آج مغربی ممالک میں تمام تر خرابیوں اور برائیوں کے باجود ایک خوبی وقت کی قدر وقیمت کے تعلق سے موجود ہے، کاش یہی احساس آج ہر مسلم نوجوان میں عموماً اور طالبانِ علوم نبوت میں بطورِ خاص پیدا ہو جائے تو وہ بہت کام کے ہوسکتے ہیں اور دنیا میں بہت کچھ کرسکتے ہیں اور اپنے اسلاف کی میراث کے صحیح امین اور سچے پاسبان بن سکتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم وقت کی قدر وقیمت کو محسوس کریں اور اسے صحیح طور پر استعمال میں لانے کی کوشش کریں کیونکہ یہ ایسا پرندہ ہے کہ جس کو ہم نے قید نہیں کیا تو وہ اُڑ جائے گا۔

کسی نے سچ کہا:

”اَلْوَقْتُ کَالسَّیْفِ فَإِنْ لَّمْ تَقْطَعْهُ یَقْطَعُكَ“ (وقت مثل شمشیر ہے تم اگر اسے نہیں کاٹوگے تو وہ تمہیں کاٹ کررکھ دے گا۔)

مجموعی طور پر کام چوری کی عادت مغربی معاشرے میں نہیں ہے، ملازمت کے وقت کی پابندی اور اس وقت میں جم کر کام کرنا ان کے بدترین معاشرے کا بہترین خاصہ ہے اور ظاہر ہے کہ ہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک نظام کا پابند معاشرہ ہی ترقی کر سکتا ہے۔

دکتور مصطفیٰ محمد طحان لکھتے ہیں:

"اِنَّ الْاِنْسَانَ الْمُتَحَضِّرَ الَّذِی یَعْرِفُ قِیْمَۃَ نَفْسِہٖ وَ وَقْتِہٖ یَسْتَطِیْعُ أَنْ یَّفْعَلَ الْمُعْجِزَاتِ وَ یَطْوِی الزَّمَنَ"

(ادارۃ الوقت/صفحہ:30)

(وہ متمدن انسان جو اپنی قیمت اور اپنے وقت کی قدر جانتا پہچانتا ہو وہ کرشماتی کام انجام دے سکتا ہے اور زمانے کو سمیٹ کر اپنی مٹھی میں کر سکتا ہے۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے کار اور وقت گزاری کرنے والے شخص کے بارے میں فرماتے ہیں:

"أَرَى الرَّجُلَ فَيُعْجِبُنِي فَإِذَا قِيلَ لِي
لَا صُنْعَةَ لَهُ سَقَطَ مِنْ عَيْنِي"
(آدمی کو دیکھتا ہوں تو وہ مجھے بھاتا اور پسند آتا ہے
لیکن جب مجھ سے کہا جاتا ہے کہ بے ہنر ہے تو
میری نگاہوں سے گر جاتا ہے۔)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ووقت کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَنْ كَانَ يَوْمُهُ كَأَمْسِهِ فَهُوَ مَغْبُونٌ، وَمَنْ
كَانَ يَوْمُهُ شَرًّا مِّنْ أَمْسِهِ فَهُوَ مَلْعُونٌ"
"جس کا آج گزشتہ کل کی طرح (آج اور کل
برابر) رہا وہ مغبون (نقصان میں) ہے اور جس کا
آج کل سے بھی بدتر اور برا رہا وہ ملعون ہے۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

"إِنَّ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ يَعْمَلَانِ فِيكَ
فَاعْمَلْ فِيهِمَا"
,شب و روز تمہارے اندر کام کیے جارہے ہیں تم

بھی ان دونوں میں کام کرتے رہو۔)

ایک عربی شاعر لمحہ حیات کی اہمیت و نزاکت کا احساس دلاتے ہوئے کہتا ہے:

دَقَّاتُ قَلْبِ الْمَرْءِ قَائِلَةٌ لَهُ

إِنَّ الْحَيَاةَ دَقَائِقٌ وَ ثَوَانٍ

(آدمی کی دل کی دھڑکنیں اس سے گویا ہیں کہ

بلاشبہ زندگی نام ہے چند منٹوں اور سیکنڈوں کا۔)

اس وقت مسلم معاشرہ مجموعی طور پر ضیاع وقت کی آفت کا شکار ہے جبکہ یورپی معاشرہ اپنی تمام تر خامیوں کے باوجود وقت کا قدرداں ہے اور زندگی کو ایک نظام کے تحت گزارنے کا پابند ہے، علم و فن اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ان کی ترقیوں کا ایک بڑا سبب یہی ہے۔

ہمارے معاشرے کا حال یہ ہے کہ قہوہ خانوں، سینماہالوں، نجی مجلسوں اور رقص و سرود کی محفلوں میں وقت ضائع کرتے ہیں، ہمارا کتنا ہی قیمتی وقت نکتہ چینی، غیبت، بہتان اور بے تحاشا سونے میں ضائع ہو جاتا ہے۔

یاد رکھیے! کھویا ہوا علم مطالعے سے مل سکتا ہے، کھوئی ہوئی

تندرستی دوا سے واپس آسکتی ہے لیکن کھویا ہوا وقت لاکھ کوششوں سے بھی دوبارہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

سچ یہ ہے کہ وقت ضائع کرنا ایک طرح کی خودکشی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لیے زندگی سے محروم کر دیتی ہے اور تضییع اوقات ایک محدود زمانے تک زندہ کو مردہ بنا دیتی ہے۔ جبکہ وقت کے صحیح استعمال سے ایک وحشی مہذب بن جاتا ہے اور ایک مہذب فرشتہ صفت۔ اسی کی برکت سے جاہل عالم، مفلس تونگر، نادان دانا بنتے ہیں۔ وقت ایک ایسی دولت ہے جو شاہ، گدا، امیر، غریب، طاقتور، کمزور سب کو یکساں ملتی ہے۔

آج مسلم معاشرے میں پیدا ہونے والے بچے کی زندگی تباہ کرنے کے لیے ہزار جال بچھائے گئے ہیں۔ ویڈیو، گیم، ٹی وی، سینما، اور فحش رومانی لٹریچر ایک سیلاب بلاخیز ہے جس میں اس کی معصوم زندگی کے حسین اور کارآمد لمحات ضائع اور بے فائدہ بہتے چلے جا رہے ہیں۔

تعلیم کا زمانہ درحقیقت انسانی عمر کی ناپختہ ٹہنی کے برگ وبار کا زمانہ ہوتا ہے۔ اگر وقت کی قدر کے صحت بخش چشموں سے اس کو سیراب کیا گیا تب تو یہ ٹہنی آگے ایسے سایہ دار درخت کی شکل اختیار کر سکتی ہے جس کی شاداب شاخیں ہزاروں درماندہ

رہروؤں کے لیے پر سکون چھاؤں فراہم کرتی ہیں لیکن اگر اسی ٹہنی کو ضیاع وقت کی دیمک لگ گئی تو دوسروں کے لیے سامانِ راحت کی فراہمی تو کجا خود اپنی شادابی اور زندگی سے بھی محروم ہو رہتی ہے۔

علامہ ابن القیم الجوزی فرماتے ہیں:

"انسان کا وقت ہی اس کی زندگی ہے اور وقت ہی مستقبل کی تلخی یا مٹھاس کا سبب بنتا ہے، اس کی رفتار ہواؤں سے اڑنے والے بادلوں کی دوڑ سے بھی تیز ہے۔ خدا کی عبادت و ریاضت میں گزرنے والا لمحہ ہی انسان کو جینے کا استحقاق عطا کرتا ہے اس لیے ایک غافل اور بے فکر شخص کے لیے زمین پر بوجھ بننے سے بہتر زمین کے اندر جانا ہے۔" (ماہنامہ نوائے اسلام، اپریل ۲۰۰۶ء)

عرب ممالک کے ماحول کو سامنے رکھ کر ایک تجزیہ کیا گیا ہے جس سے عجیب و غریب تلخ حقیقت سامنے آئی کہ وہاں کا نوجوان طبقہ (عموماً) اپنی عمر کے بیس سال گزارتے گزارتے بیس ہزار گھنٹوں کو صرف ٹیلی ویژن پروگراموں کی نذر کر دیتا ہے جبکہ ماہرین کا کہنا ہے کہ دس ہزار گھنٹے کسی بھی فن میں تخصص پیدا

کرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں، تو یہ ہے اس قوم کا حال ہے جو اپنی بدحالی اور ذلت کا رونا روتے ہوئے نہیں تھکتی۔ اب آپ ایک رپورٹ پڑھیئے اور چند لمحے حالات کے رخ کے جائزے میں صرف کیجئے:

مجلہ "الدفاع" کے شمارہ نمبر ۱۱۸ ، ماہ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ کے مطابق ایک جرمن مصنف کے تعلق سے یہ خبر چھپی تھی کہ اس نے کھاتے وقت کھانا لگانے سے قبل جو پانچ منٹ وقت ملتا تھا اس کو استعمال کر کے ایک کتاب لکھ ڈالی جس کا نام رکھا:

"خَمْسُ دَقَائِقُ قَبْلَ الطَّعَامُ"

"Five Minutes Before Meal"

اس کتاب کے ضخیم نسخے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مصنف کھانے سے قبل کے چند منٹوں میں اپنے ذہن کے پراگندہ خیالات کو یکجا کرتا تھا کہ یہ وقت بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ اسی عجیب و غریب قصے کے پیش نظر اس کتاب پر متعدد مجلات کے تبصرے آئے۔

جامعات و مدارس میں پڑھنے والے نوجوان جو قوم کا مستقبل اور سرمایہ ہیں ان کے اوقات کا ایک بڑا حصہ ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں فضول مجلسوں کی نذر ہو جاتا ہے محفل سجا کر گھنٹوں

گپ بازی کا لایعنی مشغلہ ان کی ایک محبوب عادت بن گیا ہے۔

تعطیلات کا طویل زمانہ بغیر کسی نظام اوقات اور مفید مشغلے کے یوں ہی گزر جاتا ہے اور تعلیم کا زمانہ پورا کر کے جب نکلتے ہیں تو پھر زبانِ حال سے پکار پکار کر کہتے ہیں کہ:

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے نمناک

نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

چونکہ وقت انسان کا قیمتی سرمایہ ہے اسے اچھے اور صالح کاموں میں صرف کرنا ایک لازمی امر ہے۔ اسی لیے لوگوں سے بے فائدہ اور بلا ضرورت میل جول نہ رکھا جائے، اس سے وقت کا بڑا اضیاع اور نقصان ہوتا ہے۔

ضرورت ہی کے تحت لوگوں سے ملا جائے، عام حالات میں صرف علیک سلیک پر اکتفا کیا جائے کیونکہ زیادہ میل جول ترک کر کے خلوت اور کنج تنہائی وقت کو ضیاع سے بچانے میں بہت ممد و معاون ہے۔

آج کل جب کہ میل جول ایک عادت ہو گئی ہے اور تعلقات وسیع کرنا ایک فیشن بن گیا ہے اور اس کا رواج اور چلن دن بدن عام ہوتا جارہا ہے، اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ لمحۂ حیات کو

بے سود گزرنے سے بچانے کے لیے ان تعلقات کو مختصر اور محدود کیا جائے خاص طور سے زمانۂ طالب علمی میں کہ اس کے نقصانات بہت ہیں جو ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں اور محتاج بیان نہیں ہیں۔

اسی طرح موبائل نے بھی طلبہ کو بہت متأثر کیا ہے اور ان کی تعلیم پر گہرا اثر ڈالا ہے وہ اپنے عزیز لمحات اور قیمتی اوقات کا ایک بڑا حصہ باتوں میں صرف کر کے اسے ضائع کر دیتے ہیں اور ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ ہم کیا کرنے آئے تھے اور کیا کر رہے ہیں؟ اور اب کیا کرنا چاہیے؟

جگر مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے

قیمت غم حیات کی تو دام دام لے
ہو بہار کہ ہو خزاں تو ہر ایک سے کام لے

بعض طلبہ بے جا یا ضرورت سے زیادہ سونے کے خوگر اور عادی ہوتے ہیں۔ خواہ لمبی رات ہو یا مختصر ان کی نیند ہی نہیں پوری ہوتی بلکہ وہ سونے پر آتے ہیں تو سوتے ہی چلے جاتے ہیں۔ نہ اس کی کوئی مقدار ہے اور نہ کوئی حد و حساب، جبکہ ماہرین نفسیات نے طلبہ کے لیے شب و روز میں سونے کی مقدار چھ گھنٹے بتائی ہے۔

عربی کا یہ مقولہ کتنا مبنی بر حقیقت اور دلکش ہے:

"اَللَّیْلُ طَوِیْلٌ فَلَاتُقَصِّرْہُ بِمَنَامِكَ
وَالنَّهَارُ مُضِیْئٌ فَلَا تُكَدِّرْہُ بِآثَامِكَ"

(شب دراز ہے، اپنے خواب غفلت سے اسے
مختصر نہ کرو اور دن روشن ہے اپنے گناہوں سے
اسے آلودہ نہ کرو۔)

آخر میں یہ بھی ذہن میں رکھیئے کہ انسان کا ہر لمحۂ زندگی اس کے فنا کی تمہید اور اس کے عدم کا انتباہ ہے لہذا عدم و فنا طاری ہونے سے قبل فائدہ اٹھالیجئے اور کچھ کر گزریئے ورنہ

کوئی کمال نہیں آج ڈگریوں کا حصول
کمال ہے تو فقط خود کا مستند ہونا

کتاب کی تعریف

"کتاب کی صحیح تعریف یہ ہے کہ اس کے مطالعے
سے تمہارا یہ احساس قوی ہو کہ تم نے ایک اچھے
دوست کی معیت میں اپنا وقت گزارا ہے۔"

(ماخوذ از مقدمہ "موت سے واپسی مؤلفہ: شورش کاشمیری)

عمدہ کتاب کی پہچان

بقول ملٹن:

"عمدہ کتاب حیات ہی نہیں بلکہ وہ ایک لافانی چیز
بھی ہے۔"

عمدہ کتاب خود ہی لافانی نہیں بلکہ لکھنے اور زیر تحریر آنے والے اور بعض وقت پڑھنے والے کو بھی لافانی بنادیتی ہے۔

عمدہ کتابوں نے انسانوں کے اخلاق وطبائع اور آراء پر بہت اثر ڈالا ہے، خیالات میں عظیم الشان تغیر پیدا کیا ہے، قوموں میں ہلچل اور انقلابات پیدا کیے ہیں اور ملکوں کی کایا پلٹنے میں حیرت انگیز مدد دی ہے اور یہی عمدہ کتاب کی نشانی ہے۔

اچھی کتاب

پڑھنے کی عادت بہت اچھی ہے، مطالعہ ایک شریفانہ فعل ہی نہیں حکیمانہ فعل ہے لیکن پڑھنے پڑھنے میں فرق ہے اور کتاب کتاب میں فرق ہے۔

میں ایک بدمعاش اور پاجی سے باتیں یا بے تکلفی کرتے ہوئے جھجکتا ہوں اور آپ میرے اس فعل کو بری نظر سے دیکھتے ہیں لیکن میں اس سے زیادہ بری اور پاجی کتاب پڑھتا ہوں، نہ آپ کو ناگوار گزرتا ہے اور نہ مجھے ہی کچھ شرم آتی ہے بلکہ اس کی بات شربت کے گھونٹ کی طرح حلق سے اترتی چلی جاتی ہے، پاجی آدمی کی تو شاید کوئی حرکت ناگوار گزرتی اور میں اس سے بیزار ہوجاتا مگر یہ چپکے چپکے دل میں گھر کر رہی ہے اور اس کی ہر بات دل رُبا معلوم ہوتی ہے۔

اگر میں کسی روز بازار جاؤں اور چوک میں سے کسی محض اجنبی شخص کو ساتھ لاؤں اور اس سے دوستی اور بے تکلفی کی باتیں شروع کردوں اور پہلے ہی روز اس طرح اعتبار کرنے لگوں جیسے کسی پرانے دوست پر تو آپ کیا کہیں گے؟ لیکن ریل اگر کسی

اسٹیشن پر ٹھہرے اور میں اپنی گاڑی سے اتر کر سیدھا بک اسٹال (کتب فروش کی دوکان) پر پہنچوں اور پہلی کتاب جو میرے ہاتھ لگے وہ خرید لاؤں اور کھول کر شوق سے پڑھنے لگوں تو شاید آپ کچھ نہ کہیں گے حالانک یہ فعل پہلے فعل سے زیادہ مجنونانہ ہے، اس کے لیے تو کوئی عذر بھی نہیں ہو سکتا مگر اُس کے لیے کوئی عذر ممکن ہے۔

میں ایک بڑے شہر یا مجمع میں جاتا ہوں، کبھی ایک طرف نکل جاتا ہوں اور کبھی دوسری طرف جا پہنچتا ہوں اور بغیر کسی مقصد کے ادھر ادھر مارامارا پھرتا ہوں، افسوس کہ باوجود آدمیوں کی کثرت کے میں اپنے آپ کو اکیلا اور تنہا پاتا ہوں اور اس ہجوم میں تنہائی کا بار اور بھی گراں معلوم ہوتا ہے مگر میرے کتب خانے میں بیسیوں الماریاں کتابوں کی ہیں میں کبھی ایک الماری کے پاس جا کھڑا ہوتا ہوں اور کوئی کتاب نکال کر پڑھنے لگتا ہوں اور کبھی دوسری الماری کا رخ کرتا ہوں، میں اس طرح سینکڑوں کتابیں پڑھ جاتا ہوں لیکن اگر میں غور کروں تو دیکھوں گا کہ میں نے کچھ نہیں پڑھا۔ اس وقت مجھے آوارہ خوانی ستائے گی اور جس طرح ایک بھرے شہر میں میری تنہائی میرے لیے وبال ہوگی اسی طرح اس میں اس شرفاء، علماء، ادباء، اور شعراء کے مجمع میں اکیلا

اور تنہا حیران ہوں گا۔

بغیر کسی مقصد کے پڑھنا فضول ہی نہیں مضر بھی ہے۔ جس قدر ہم بغیر کسی مقصد کے پڑھتے ہیں اسی قدر ہم ایک با معنی مطالعے سے دور ہو جاتے ہیں۔ ملٹن نے ایک جگہ کہا ہے: ”اچھی کتاب کا گلا گھونٹنا ایسا ہی ہے جیسے کسی انسان کا گلا گھونٹنا“ جس سے اس کی مراد یہ ہے کہ فضول اور معمولی کتابوں کے پڑھنے میں قیمتی وقت کا ضائع کرنا اچھی کتابوں کا گلا گھونٹنا ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ ہمارے لیے مردہ ہیں۔

لوگ کیوں فضول، معمولی اور ادنٰی درجے کی کتابیں پڑھتے ہیں؟ کچھ تو اس لیے کہ ان میں نیا پن ہے، کچھ اس خیال سے کہ ایسا کرنا داخل فیشن ہے اور کچھ اس غرض سے کہ اس سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ پہلی دو وجہیں تو طفلانہ تیسری وجہ بظاہر معقول ہے لیکن اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم معمولی، ذلیل اور ادنٰی معلومات کو اپنے دماغ میں بھرتے ہیں تاکہ اعلیٰ معلومات کی گنجائش باقی نہ رہے اگر ہم اپنے مطالعے کا نوٹ تیار کریں اور اس میں صبح سے شام تک جو کچھ پڑھتے ہیں لکھ لیا کریں اور ایک مدت کے بعد اسے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ہم کیا کیا کر گزرے ہیں۔ اس میں ہم بہت سی ایسی تحریریں پائیں گے جن کا ہمیں مطلق

خیال نہیں، بہت سے ایسے ناول ہوں گے جن کے ہیروؤں تک کے نام یاد نہیں، بہ سی ایسی کتابیں ہوں گی جن کی نسبت اگر کوئی ہم سے کہتا ہے کہ یہ ہم پڑھ چکے ہیں تو ہمیں کبھی یقین نہ آتا بہت سی ایسی تاریخی کتابیں، سفر نامے، رسالے وغیرہ ہوں گے جنہیں پڑھ کر خوش تو کیا ہوتے پچھتاتے ہی ہوں گے۔

(ماہنامہ "احیاء اسلام" دسمبر – جنوری 9-۲۰۰۸ء مضمون بابائے اردو مولوی عبدالحق)

تمہید

ہزار ہا ہزار طلبہ اور گوشۂ جگر تعلیم کے مختلف مراحل میں ہر سال مطالعے کی بہت سی مشکلات کا سامنا کرتے ہیں اور انہیں کاروانِ زندگی میں راستے کی صعوبتیں اور دشواریاں درپیش ہوتی ہیں۔ بعض تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں جب کہ دیگر طلبہ سست رفتاری اور اضمحلال و پژمردگی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔

کتنے نوجوان ہیں جو مطالعے میں ناکامی کی وجہ سے عمر بھر کے لیے خود اعتمادی کھو بیٹھے۔ کتنے طلبہ ہیں جو ناگواری و ناپسندیدگی کے باوجود اپنے نہج پر قائم رہے۔ اگر دونوں قسموں کے طلبہ کو صحیح اندازِ مطالعہ اور اس کے کارآمد راستے کی بھرپور مقدار میں رہنمائی مل جاتی تو ان میں ایک نئی روح، نئی بیداری اور نئی لہر پیدا ہو جاتی پھر نہ کوئی نامرادی کا منہ دیکھتا اور نہ ہی پُر بہار و پُر رونق زندگی اور اس کے حسین لمحات کو کبیدہ خاطر، شکستہ دل، رنجیدہ و غمزدہ اور بوجھل و گراں بار ہو کر بسر کرتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ طلبہ کے سامنے کوئی منارۂ نور ہونا چاہیے جس سے شبِ دیجور کی تیرگی کافور اور راستے کا اندھیرا دور

ہو جائے، کوئی ایسا راہنما و مرشد ہونا چاہیے جو ان کے ڈگمگاتے قدموں کو جما سکے، انہیں کسی ایسے راہبر کی ضرورت و تلاش ہے جو نامعلوم راستے سے واقف کرا سکے اور منزلِ مقصود تک پہنچا سکے۔

مطالعہ ایک فن ہے جو طالب علم کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ غور و فکر، بحث و مباحثہ اور ملاحظہ کیسے کرے؟ تحلیل و تجزیہ، نسق و ترتیب کا کیا طریقہ ہو؟ اور اس کا نقطۂ نظر اور مرکزِ توجہ کیا ہو؟ وہ کیسے پھیلے ہوئے مباحث کو سمیٹے؟ علوم و فنون کا اسٹاک اور ذخیرہ کیونکر کرے؟ اور واقعات کو تطبیق کس طرح دے؟

مطالعے کے مقاصد

مطالعے کے دو اہم مقاصد ہیں:

1. علم و معرفت کی متعین مقدار حاصل کرنا۔
2. اشیاء و امور کی انجام دہی میں متعین اور محدود مہارت و لیاقت پیدا کرنا۔

فعال مطالعہ کیسے کریں؟

یہ جاننا بہت ضروری ہے۔

مطالعے کا نظام

شب و روز کے اوقات کے لیے ایک نظام عمل متعین کرنے ، آنے والے وقت کے لیے ایک مخصوص عمل کا پروگرام بنانے اور زندگی کے تمام اوقات کے لیے کاموں کی ترتیب و تشکیل کے عمل کو نظام الاوقات کہا جاتا ہے۔ ہر انسان کے ذمہ مختلف کاموں اور امور کی ادائیگی ہوتی ہے، ان کاموں کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہونے کی آسان شکل اور بہترین صورت یہی ہے کہ انسان پہلے سے ایک نظام عمل تشکیل دے اور پھر پابندی سے عمل پیرا ہو۔

اوقات کا یہ نظام بناتے ہوئے کاموں کی تقدیم و تاخیر کی ترتیب میں وقت اور کام دونوں کی نوعیت اور کیفیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کون سا عمل کس وقت زیادہ بہتر طریقے سے ادا ہو سکتا ہے اور کون سا وقت کس عمل کے لیے زیادہ سازگار ماحول فراہم کرتا ہے۔

نظام عمل کے فوائد

زندگی کو نظام الاوقات کا پابند بنانے سے جہاں اور بہت سے فوائد ہیں وہاں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب پہلے سے ایک پروگرام طے ہو گا اور آنے والے وقت کے لیے ایک نظام عمل مقرر ہو گا

تو اس وقت کی آمد پر انسان کی توجہ از خود اس کام کی ادائیگی کی طرف مبذول ہو گی اور یوں وہ تردد اور سوچنے میں ضیاع کا شکار نہیں ہو گا۔

دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے سبب ہر کام اپنے مقررہ وقت میں پوری دلجمعی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے ورنہ عموماً ہوتا یہ ہے کہ جب انسان کے ذمہ بہت سے کام ہوں اور ان کے لیے اوقات کا نظام مقرر نہ ہو تو ایک کام کی ادائیگی کے وقت دل دوسرے کاموں میں اٹکا رہتا ہے اور یوں انسان کی طبیعت ایک انجانی سی الجھن کا شکار رہتی ہے۔

تاریخ کی جتنی علمی شخصیات گزری ہیں اور جنھوں نے عظیم تصنیفی کارنامے انجام دیئے ہیں ان کی پابندی نظام الاوقات ضرب المثل ہے اور یہی ان کے کارناموں کا بنیادی راز ہے۔

سنجیدہ مطالعہ، سستی و کاہلی، انارکی اور ضیاع وقت کے خلاف ایک جنگ اور نفس کے ساتھ ایک محاذ آرائی ہے۔

ہر کامیاب معرکے کے لیے ٹھوس اقدام اور مستحکم منصوبہ بندی ضروری ہے۔ مطالعے کے لیے نظام الاوقات طالب علم کو از خود اپنی ضروریات، مقدورات اور حالات کی روشنی میں مرتب

کرنا چاہیے۔

البتہ اس سلسلے میں ایک تجویز یہ ہے کہ طالب علم شب میں اپنی خوابگاہ میں جب جائے تو بستر پر لیٹنے سے پہلے ایک کاغذ اور قلم لے اور پوری امانت و صداقت کے ساتھ گزرے ہوئے دن کے ایک ایک منٹ کا محاسبہ کرے، گزشتہ شب سونے سے لے کر آج کی شب سونے تک، چوبیس گھنٹوں میں جو جو کام کیا ہے وہ اپنے سامنے رکھے۔

ایسا کرنے میں غالب گمان یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک ہوش رُبا اور تکلیف دہ نتیجے کے رُوبرو پائے گا جس کی اسے ہرگز توقع نہ ہوگی اور اس کو یہ ہرگز پسند نہ ہوگا کہ کوئی اس شرمندگی سے باخبر ہو۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ آئندہ ایسا پروگرام مرتب کرے گا جو تنظیمِ حیات اور انضباطِ اوقات پر مشتمل ہوگا۔

یہ طریقہ اختیار کر کے وہ اپنے وقت کی لڑیوں کو بکھرنے اور محنت کو رائیگاں ہونے سے بچالے گا اور اپنی طاقت کو ضائع ہونے سے محفوظ کرلے گا جس سے اس کا وجود بامعنی ہوجائے گا اور زندگی بامقصد بن جائے گی۔

ماہرین تربیت کا کہنا ہے:

"اِجْعَلْ لِکُلِّ لَحْظَةٍ مِّنْ یَوْمِكَ عَمَلاً مُعَیَّناً ، وَلِکُلِّ عَمَلٍ مِنْ اَعْمَالِكَ وَقْتاً خاصّاً"

(ہر وقت کے لیے ایک متعین کام اور ہر کام کے لیے ایک خاص وقت رکھو۔)

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انسان کو چاہیے کہ ایک نظام الاقات بنائے اور اس میں کاموں کی ترتیب اَلْأَھَمُّ فَالْأَھَمُّ کے اصول کے مطابق رکھے۔ ہمارے اسلاف عمرِ عزیز کے قیمتی لمحات کے بڑے قدردان تھے۔"

(متاعِ وقت اور کاروانِ علم صفحہ:84)

اما حسن البناء شہید کے اس جملے کو اپنا نصب العین بنائیے:

"لَا یَنْجِزُ الْأَعْمَالَ إِلَّا الرَّجُلُ الْمَشْغُوْلُ"

(مشغول آدمی ہی کاموں کو انجام دیتا ہے۔)

ڈاکٹر مصطفیٰ طحان لکھتے ہیں:

"إِنَّ الْإِنْسَانَ يَمْلِكُ الْوَقْتَ الْكَافِي لِإِنْجَازِ جَمِيعِ أَعْمَالِهِ وَلٰكِنَّهُ يَحْتَاجُ إِلٰى تَنْظِيمِ الْوَقْتِ، فَإِذَا لَمْ يُنَظِّمْهُ فَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ عَدَمِ الْإِنْجَازِ وَلَيْسَ ضِيقُ الْوَقْتِ كَمَا يَزْعَمُ"

(ادارۃ الوقت/صفحہ:20)

(انسان کے پاس اپنے تمام کاموں کو انجام دینے کے لیے کافی وقت ہے لیکن اسے وقت کو مرتب کرنے کی ضرورت ہے اگر وہ وقت مرتب نہ کرے تو عدم تکمیل کا وہ خود ذمہ دار ہے نہ کہ تنگی وقت جیسا کہ وہ سمجھتا ہے۔)

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پوری زندگی جفاکشی، جانفشانی کی طرف موڑ دی جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مرتب شدہ نظام الاوقات میں سونے، جاگنے، لکھنے، پڑھنے، جد وجہد اور لہو و لعب سب کے درجے مرتب ہوں تاکہ یہ اندازہ ہوسکے کہ عمر

عزیز کے لمحات کس کوچے میں بیت گئے اور جوانی کس صحراء نوردی اور دشت پیمائی میں گزری؟

ہاں! یہ یاد رکھیے کہ اپنی وسعت و طاقت سے زیادہ اپنے اوپر بوجھ نہ لادیں بلکہ افراط و تفریط سے دور رہ کر اپنی جسمانی قوت و صلاحیت اور صبر و تحمل کے لحاظ سے نظام اوقت ترتیب دیں، دوسروں کا مقابلہ نہ کریں کیونکہ جسمانی ساخت اور انسانی احوال مختلف ہوتے ہیں۔ کسی میں تحمل زیادہ اور کسی میں کم ہوتا ہے، مناسب ہو گا کہ اپنے آپ سے سرگوشی کریں کہ لوگوں کے حسب ذیل تین طبقات میں سے آپ کس طبقے میں ہیں:

۱-ضعیف ۲-متوسط ۳-فائق

پروگرام مرتب کرنے میں اس کا بھی خیال رہے کہ بہتر اور زیادہ تر وقت مشکل مضمون کو دیا جائے جس وقت طبیعت میں آمادگی، ذہن میں تازگی اور بدن میں کیف و نشاط ہو اس وقت مشکل مضمون کو پڑھیں اور پسندیدہ، آسان اور تفریحی مضامین کو آخر میں رکھیں۔

ہر مضمون اور کام کو اپنے متعین کردہ وقت کے اندر سمیٹنے کی کوشش اور مکمل عزم ہو، بلاشدید ضرورت اور مجبوری کے ایک

مضمون کا وقت دوسرے مضمون کو نہ دیا جائے۔

پروگرام اور نظام الاوقات مرتب کرنے میں بڑی دشواری پیش آئے گی، اس کی تنقیح و تہذیب اور اس میں اصلاح و ترمیم اپنے تجربات کی روشنی میں کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ وہ حالات و اغراض سے ہم آہنگ ہو جائے۔

بہتر ہو گا کہ اپنے کسی استاد کو اپنا نظام عمل مرتب کرنے کے بعد دکھادیں تاکہ اس کے مشورے کی روشنی میں جزوی تبدیلی کی جاسکے اور اسے مزید مفید بنایا جاسکے۔

صحت و تندرستی کا خیال

نظام الاوقات کے سلسلے میں مذکورہ گفتگو سے عام طور پر خوف، دہشت، تعب اور تکان کا تصور ذہن میں آتا ہے اور طالب علم کی صحت و تندرستی کے متاثر ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے کہ:

> "زندگی اور تکان لازم و ملزوم ہیں۔ سچا کام ضرور تعب کا باعث ہوتا ہے، اس کے بغیر کسی کام کی تکمیل متصور نہیں۔ عربی کا مقولہ ہے: بِقَدْرِ مَا تَتَعَنّٰی تَنَالُ مَا تَتَمَنّٰی (جتنی تکلیف اٹھاؤ گے

اتنی ہی تمنا بر آئے گی)۔"

کیا کیا جائے؟ جب تک زندگی مہربان ہے بغیر کام کے مفر نہیں اور تکان تو وجود انسانی کی ضروریات میں داخل ہے جس سے کبھی چارہ نہیں۔ البتہ جس چیز کا اندیشہ وخدشہ ہمیں اپنے اور اپنے فرزندوں کے متعلق ہو سکتا ہے وہ حد سے زیادہ تھک جانا اور کام کر کے چور چور ہو جانا ہے، نفسِ تعب نہیں ہے۔

ڈاکٹر عبد الرحمن رأفت پاشا لکھتے ہیں:

"مَا دَامَتِ الْحَيَاةُ لَا تَسْتَقِيمُ بِغَيْرِ عَمَلٍ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يَقُودُنَا إِلٰى أَنَّ التَّعَبَ ضَرُوْرَةٌ مِنْ ضُرُوْرَاتِ الْوُجُوْدِ الْإِنْسَانِيِّ وَ مُقَوِّمٌ اَصِيْلٌ مِنْ مُقَوِّمَاتِهِ۔

اِنَّ الشَّيْءَ الَّذِيْ يَجِبُ أَنْ نَخْشَاهُ عَلٰى أَنْفُسِنَا وَ أَبْنَاءِنَا هُوَ الْإِفْرَاطُ فِي التَّعَبِ لَا التَّعَبَ نَفْسَهُ"

(فن الدراسة/صفحہ:29،30)

(جب تک زندگی ہے کام کے بغیر گزارہ نہیں لہذا

تھکن وجودِ انسانی کے لیے ایک ضروری اور لازمی چیز ہے۔ اصل چیز جس سے ہمیں اور ہماری اولاد کو ڈرنا چاہیے وہ تھکنا نہیں بلکہ حد سے زیادہ تھکنا ہے۔)

جسم انسانی کی صحت، تندرستی اور سلامتی بلاشبہ اللہ تعالی کی عظیم نعمت ہے، ذہن و دماغ کی صحت اسی وقت برقرار رہتی ہے جب جسم صحت کی نعمت سے مالا مال ہو اور وقت کی رفتار سے بھرپور فائدہ زندگی کی صحت مندی ہی کی صورت میں ممکن ہے۔

اس لیے وقت اور زندگی سے تعمیری کام لینے کے لیے جسمانی صحت کی حفاظت اور اس کا خیال رکھنا ایک فطری اور ضروری امر ہے کیونکہ جب تک ہم تندرست ہیں، اپنا کام کرنے کے قابل ہیں اور دوسروں کو بھی مدد دے سکتے ہیں۔ بیماری ہماری طاقت زائل کر دیتی ہے اور ہم دوسروں کے لیے ایک ناگوار وبال بن جاتے ہیں، غالب نے بجا کہا ہے:

تنگدستی اگرچہ ہو غالب
تندرستی ہزار نعمت ہے

مطالعے کے مراحل

درسی کتب کے مطالعے کے تین مراحل ہیں:

1. درس میں حاضری سے پہلے کا مرحلہ جس میں اسباق کی تیاری ہوتی ہے۔
2. دورانِ درس کا مرحلہ جس میں ہمہ تن گوشی ہوتی ہے۔
3. درس سے فراغت کے بعد کا مرحلہ جس میں مذاکرہ اور تکرار ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ درسی کتابوں پر بہت زیادہ محنت کی جائے، کتب درسیہ کے علاوہ خارجی کتب کا مطالعہ اس وقت کیا جائے جب کہ درسیات کے مطالعے کے بعد فارغ وقت ملے، درسیات اصل ہیں ان پر خوب توجہ دینی چاہیے اور ان کو مقدم رکھنا چاہیے۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ درسیات کا اگر ایک تہائی حصہ محنت سے پڑھ لیا جائے تو بقیہ دو تہائی کتاب آسان ہو جاتی ہے۔

لیجئے! پیش ہیں ان کی مختصر تفصیلات:

ا-تیاری

اس سے مراد ان اسباق کی تیاری ہے جو آئندہ کل استاد

پڑھائے گا، شروع میں آپ کو یہ خیال آئے گا کہ "تیاری" کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جب استاد مکمل طور پر اور آسان طریقے سے درس دینے کا خود متکفل (ذمہ دار) ہے تو درس کی تیاری کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن واقف کار لوگوں اور تجربہ کار مربیوں کا کہنا ہے:

"إِنَّ إِعْدَادَ الدَّرْسِ مِنْ قِبَلِ الطَّالِبِ هُوَ أَقْوَمُ سَبِيلٍ لِمَنْ يَرُومُ الدِّرَاسَةَ النَّافِعَةَ"

(طالب علم کی طرف سے درس کی تیاری ہی اس کے لیے درست اور ٹھیک راستہ ہے جو مفید مطالعے کا ارادہ رکھتا ہو۔)

یہ مسلم امر ہے کہ جب آپ کو آئندہ درس کی جانکاری ہو گی یا اس کا کوئی خاکہ پہلے سے ذہن میں ہو گا تو درس میں حاضری کا فائدہ بڑھ جائے گا اور پڑھنے میں لطف بھی آئے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ سبق کو بیدار مغزی اور حاضر دماغی کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ اس کے حقائق سے واقفیت ہو، مشکلات پر توجہ اور وجہِ دقت کی تعیین ہو اور یہ معلوم ہو کہ کیا سمجھ گئے اور کیا نہیں سمجھ سکے اور کس حصے

کے سمجھنے میں پس و پیش ہے۔

مطالعہ نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات بعض طلبہ دورانِ درس ایسا احمقانہ اور جاہلانہ سوال کر بیٹھتے ہیں جس سے مدرس کو بڑی ناگواری اور طالب علم کو ایسی خفت و شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے کہ پھر وہ پلٹ کر سوال نہیں کرتا۔ اس علمی انحطاط کے دور میں طلبہ کی اکثریت مطالعے کے بغیر حاضرِ درس ہونے کی عادی ہوتی جارہی ہے اور بعض سبق بھی لاپرواہی سے سنتے ہیں پھر جب مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو استاد سے جھگڑتے اور بحث و مباحثہ کرنے لگتے ہیں اس طرح درس موقوف کرکے اپنا بھی وقت ضائع کرتے ہیں اور استاد کا بھی اور دیگر طلبہ کا بھی حق تلف کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سبق کی تیاری اہم سے اہم ترکی تمیز و سلیقہ پیدا کرتی ہے۔

۲-ہمہ تن گوشی

اب جب کہ آپ نے اپنے سبق کی تیاری کرلی ہے، تو آپ نئے دن کا استقبال فرحت و فخر کے ساتھ کریں گے جب اس دوسرے مرحلے میں پہونچ جائیں اور کلاس روم میں داخل اور درجے میں حاضر ہو کر اپنی جگہ بیٹھ جائیں تو آپ کو مکمل طور پر اچھی طرح

گوش بر آواز ہونا چاہیے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ اصغاء اور استماع میں فرق ہے۔

اِسْتِمَاع: کہی جانے والی بات کو حاسۂ سماعت سے سن لینا ہے، خواہ اس سنی ہوئی بات کو یاد رکھنے کی کوئی خاص کوشش نہ ہو۔ اور

اِصْغَاء: کہتے ہیں قصداً توجہ اور یاد کرنے کے ارادے سے سننا بایں طور کہ معانی و مفاہیم میں غور و خوض، درس اور مدرس سے علاحدہ نہ کر دے اور مطالب آپ کی گرفت سے چھوٹنے نہ پائیں، بہترین گوش بر آواز وہ ہے جو اکثر و بیشتر مدرس سے بھی سبقت لے جائے تاکہ وہ اپنے آپ سے سوال کرے کہ میرے مدرس کا رخ اِدھر ہے یا اُدھر۔

یہ وہ طالب علم ہے جو ثانوی اور اساسی فکر کے درمیان فرق کرتا ہے اور مدرس نے ثانوی افکار کے لیے جو وقت خاص کر دیا ہے اس وقت کو بنیادی افکار میں مرکوز کر دیتا ہے اور ہمیشہ اپنے آپ سے سوالات کرتا ہے اور اس انتظار میں رہتا ہے کہ استاد نے ان سولات کے کیا جوابات دیئے ہیں۔

سبق کی تیاری کے وقت یاد داشت ڈائری ساتھ ہونا بھی بہت

ضروری ہے جس میں ابھرنے والے سوالات نوٹ ہوں اس کے دو مقاصد ہیں:

1. نوٹس اور سوالات کی تحقیق تاکہ یہ معلوم ہو کہ کس سوال کا جواب دیا گیا پھر جواب کو اسی سوال کے سامنے لکھ دیا جائے اور جس سوال کا جواب نہیں دیا گیا ہے اسے دریافت کر لیا جائے۔
2. درس کے دوران جو اہم چیزیں سامنے آئی ہیں انہیں نوٹ کر لیا جائے، مثلا: تعریفات ، مصطلحات ، بنیادی افکار ، اہم نوٹس وغیرہ۔

استاد کی تقریر کے دوران نوٹ نہ کرے بلکہ بغور سن کر بعد میں نوٹ کرے خواہ اپنی عبارت میں یا استاد کی عبارت میں۔

درجے میں گھنٹے سے متعلق چند امور کی رعایت بہت ضروری ہے اگرچہ طلبہ انہیں بہت معمولی سمجھتے ہیں:

1. طالب علم کو وقت مقررہ سے پہلے درسگاہ اور درجے میں پہنچنا تاکہ اپنی نشست گاہ پر با اطمینان بیٹھ جائے اور تحصیل علم کی ضروری تیاری اور اسباب اختیار کر لے۔
2. درجے میں داخل ہوتے وقت اس جگہ کی عظمت کا احساس

اور اللہ کے فضل اور اس کی نعمت کا استحضار ہو۔

3. معلوم رہے کہ نعمت کا حق شکر گزاری ہے اور شکر گزاری اس نعمت کا صحیح استعمال ہے کہ وہ جس مقصد کے لے پیدا کی گئ ہے اسی میں استعمال ہو۔

4. یہ احساس ہو کہ یہ جگہ دوسری جگہوں سے ادب و احترام، غایت و مقصد کے اعتبار سے مختلف ہے۔

اخیر میں ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ گھنٹوں کے پابند ہوں، کوئی گھنٹہ چھوٹنے نہ پائے خواہ اسباب کوئی ہوں اور کام کتنے ہی سارے ہوں کیونکہ آپ کے اسباق سلسلہ وار کڑیاں ہیں اور اگر ایک کڑی ٹوٹ گئی تو ساری کڑیاں بکھر کر ضائع ہو سکتی ہیں۔ درجے کی حاضری اور تعلیم سے اہم کام کوئی نہیں ہو سکتا، لہذا اس کو تمام کاموں پر مقدم رکھنا چاہیے۔

۳-مذاکرہ اور تکرار

تیاری اور ہمہ تن گوشی کے بعد تیسرا مرحلہ مذاکرے اور تکرار کا آتا ہے۔ استاد کی تقریر توجہ اور دھیان سے سننے کے بعد سبق کا تکرار اور مذاکرہ بہت ضروری ہے کیونکہ اس سے علم میں پختگی آتی ہے، استعداد بنتی ہے، زبان کھلتی ہے، سنی ہوئی باتیں

اچھی طرح محفوظ ہو جاتی ہیں۔ بغیر تکرار کے علوم قلوب میں راسخ نہیں ہو سکتے۔

علقمہ بن قیس کہتے ہیں:

"اِحْیَاءُ الْعِلْمِ الْمُذَاکِرَۃُ"

(مذاکرہ علم کا احیاء ہے)

نیز آپ نے فرمایا:

"تَذَاکَرُو الْحَدِیْثَ فَاِنَّ حَیَاتَہُ ذِکْرُہُ"

(حدیث کا مذاکرہ کرتے رہو اس لیے کہ مذاکرہ ہی حدیث کا احیاء ہے)۔

خلیل بن احمد کا مقولہ ہے:

"کتابوں سے زیادہ اپنے سینے کے علم کا مذاکرہ کیا کرو"۔

لہذا طالب علم کو چاہیے کہ وہ تکرار و مذاکرے کا خوب اہتمام کرے، صرف سبق سننے پر اکتفا نہ کرے کیونکہ سبق کی بہ نسبت تکرار اور غور و خوض جتنا زیادہ ہو گا فہم و ادراک اتنا ہی بڑھے گا۔

تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ طالب علم کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ جب تک گزشتہ سبق کا تکرار نہ کر لے اور اس کو اچھی طرح یاد نہ کر لے ہرگز دوسرا سبق نہ پڑھے، سبق کا اعادہ طالب

علم کے لیے بہت ہی نفع بخش ہے۔

گزشتہ اسباق کا تکرار بار بار کرتا رہے اور یہ عمل برابر جاری رکھے۔

ہر ایک کا اپنا طریقۂ مذاکرہ ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کے کچھ فوائد ہیں لیکن پرانی یونیورسٹیوں اور جامعات کے مربیوں نے اپنے طلبہ کے لیے ایک مستحکم اسکیم بنائی ہے اور چارٹ تیار کیا ہے جسے انہوں نے اپنے تجربات سے نتائج دیکھ لینے کے بعد پیش کیا ہے۔ یہ خطہ (چارٹ یا نقشہ) پانچ اسٹیج پر مشتمل ہے:

1. تصفح (ورق گردانی)
2. سوال
3. قرأت (پڑھنا)
4. استظہار (زبانی یاد کرنا)
5. مراجعت (دوبارہ دیکھنا)

ان پانچوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا–ورق گردانی

اس سے مراد یہ ہے کہ جس موضوع پر مطالعہ کرنے جا رہے

ہیں، اس سے متعلق ایک واضح تصویر ذہن میں ہو، یہ مطالعہ شروع کرنے اور اس کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے ہو گا، یہ صفحات گردانی اسی طرح دقتِ نظر کے ساتھ ہو گی جس طرح انجینئر تعمیر سے پہلے زمین پر نگاہ ڈالتا ہے تاکہ اس کے نشیب و فراز اور بیابان اور جنگلات کا علم ہو سکے۔

اس ورق گردانی کا کام پہلی نشست میں کلیات سے جزئیات اور جزئیات سے جزئیات کا ہو گا۔

۲-سوالات

عام تعلیمی زندگی میں سوالات کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ انسان نے بہت سے علوم و معارف سوالات کے جوابات سے حاصل کیے ہیں، ان سوالات کو کبھی اس نے اپنے اوپر کبھی دوسروں پر اور کبھی زندگی پر پیش کیا اور اس سے جانکاری حاصل کی۔

کیونکہ کسی سوال کا جواب اس سے کہیں زیادہ یاد رہتا ہے جو پڑھ کر یا یاد کر کے حاصل کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سوالات پیش کرنے کا عمل سنجیدہ فکر پر آمادہ کرتا ہے اور امور کو ذہن میں واضح اور فکر میں زندہ بنا دیتا ہے۔

سوال میں اہم بات یہ ہے کہ وہ طالب علم کے لیے ایک مقصد متعین کر دیتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے: "مَنْ كَانَ لَدَيْهِ سُؤَالٌ كَانَ عِنْدَهُ هَدَفٌ" (جس کے پاس سوال ہے وہ با مقصد ہے)۔

مثلاً: اس طرح کے سوالات کرے۔

1. فن مطالعہ کیا ہے؟
2. فن مطالعہ اور فن قرآت کے درمیان کیا تال میل ہے؟
3. کیا دراسۃ اور قراءۃ دو الگ الگ چیزیں ہیں؟
4. پھر فن مطالعہ اور مقالات کی تیاری میں کیا جوڑ ہے؟
5. یہ تمام فنون ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں یا آپس میں دخیل ہیں؟ وغیرہ

۳- قرآت

یہ تیسرا مرحلہ ہے جب کہ اکثر بلکہ تمام تر طلبہ اس کو پہلا مرحلہ بلکہ آخری مرحلہ بنا دیتے ہیں۔

پڑھتے وقت یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہم پڑھ رہے ہیں: سمجھنے، بحث و مباحثہ کرنے، توجہ مرکوز کرنے، تلخیص کرنے اور تطبیق دینے کے لیے۔

مذاکرے کے وقت یہ ادراک ضروری ہے کہ پڑھاہوا مضمون تین عناصر سے تشکیل پاتا ہے:

1. بنیاری افکار
2. اہم توضیحات
3. اور کچھ ثانوی درجے کی چیزیں جن کا درجہ موضوع کے آخر کی طرح ہے۔

پڑھنے کے دوران کتاب کے متن پر لکیر کھینچ کر مدد لینا بھی ضروری ہے پھر اس لکیر کو کَیفَ مَاا تّفَقَ (جیسے چاہے) کھینچ دینا بھی درست نہیں ہے بلکہ جہاں ضرورت ہو وہیں کھینچے ورنہ بعد میں دھوکہ ہو جائے گا۔

عبارتوں پر خط کشید کرنے کا فائدہ یہ ہو گا کہ جب طالب علم دوبارہ پڑھے گا تو ان خط کشیدہ عبارتوں اور سطروں کو بنیادی افکار، اہم تفصیلات، فنی کلمات اور علمی اصطلاحات سمجھے گا۔

لیکن لکیر کھینچنے کی کثرت بھی نہ ہو کہ آدمی لکیر کا فقیر ہو جائے کیوں کہ اس طرح کرنے سے اس کی اہمیت مفقود ہو جائے گی اور پوری کتاب کا ستیاناس بھی ہو جائے گا۔

پڑھنے میں کہیں دشواری آئے تو پہلے خود خوب غور و فکر کر

کے سمجھے۔ جب حل نہ ہو سکے تو ورق پلٹے۔ ذرا ذرا سی دشواری پر صفحہ الٹ دینا اور آگے بڑھ جانا بھی صحیح نہیں ہے۔

۴-استظہار (زبانی یاد کرنا)

یہ تین مرحلے طے کر لینے کے بعد اب آپ چوتھے مرحلے میں داخل ہو گئے، کتنی تکلیف دہ اور سوہانِ روح بات ہے کہ یہ سب کچھ کر لینے کے بعد آپ کے سامنے یہ انکشاف ہو کہ ہر پڑھا ہوا حصہ یاد نہیں ہے۔

آپ ناکامی سے دوچار نہ ہوں۔ اس کے لیے چوتھا قدم اٹھایئے یاد کرنے کا۔ یاد کرنے سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ ہر پڑھی ہوئی چیز کو زبانی یاد کر لیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے بنیادی افکار، ضروری اور اہم تفصیلات سے واقف ہو جائیں اور اپنے خاص اسلوب میں مافی الضمیر کی ادائیگی اور اس کی ترجمانی کر سکیں۔

ایسا اس وقت ہو گا جب آپ ہر فقرے اور جملے پر رکیں گے، ہر عنوان پر ٹھہریں گے اور پڑھا ہوا حصہ اپنے ذہن میں مستحضر کریں گے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ خود اپنے آپ کو سنا دیں کہ کیا یاد کیا؟ کیا

چھوڑ دیا؟ اور کتنی غلطی کی؟ اور کتنا صحیح کیا؟

۵-مراجعت (دوہرائی)

چونکہ ہر فرد بشر پر نسیان کی آفت مسلط ہے اس لیے مراجعت کی ضرورت ہے اور مراجعت ایسا کام ہے جس سے فراغ ممکن نہیں لیکن مراجعت کب کریں؟

اس کا بہتر وقت وہ ہے جب کتاب کے ابواب میں سے کسی مکمل باب یا اس کے مباحث پر کسی ہمہ گیر بحث کے مطالعے سے فراغت ہو۔

مراجعت کیسے کریں؟

مراجعت مجموعہ ہے سابقہ چار چیزوں (ورق گردانی، سوالات، قرأت، یاد کرنا) کا۔

لیکن یہ اقدامات اس وقت پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں جب کوئی شخص مکمل بحث کو پڑھ لے، اسے یاد کرلے اور اس کے بنیادی اور ثانوی افکار میں تمیز کرلے۔

اس پہلی مراجعت میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لگے گا اور نہ ہی زیادہ محنت لگے گی کیونکہ ابھی آپ نے تازہ تازہ مطالعہ کیا ہے، آفتِ نسیان اس پر طاری نہیں ہوئی ہے، اس مراجعت کی یہ شان

ہونی چاہیے کہ وہ آپ کو اس مبحث کا نگراں بنادے اور آپ کو اس کے مختلف اجزاء کو مربوط کرنے کی قدرت دے دے۔ جب کہ آپ کی واقفیت اس سے قبل جزوی طور سے ہوئی تھی تاکہ مطالعے سے حاصل شدہ روح کی نمائندگی پر قابو حاصل ہو جائے۔

مفید اور بہتر ہے کہ اس مراجعت کے بعد امتحان والی مراجعت سے پہلے ایک مرتبہ اور مراجعت کرلیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ معلومات ذہن میں زندہ اور تازہ رہیں گی۔

مطالعے کے عوامل اور محرکات

بہترین اور ٹھوس معلومات جو دل میں راسخ ہو جاتی ہیں، وہ ہیں جو انسان اپنے ذاتی تجربات کی روشنی میں حاصل کرتا ہے، اس لیے اس پر ضروری اور اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی نظریاتی ثقافت کو اپنی روز مرہ کی زندگی اور ذاتی تجربات سے مربوط و ہم آہنگ کرنے کی عادت ڈالے تاکہ ان معلومات کو ازخود حاصل کرنے پر قادر ہو سکے اور کتابی دنیا سے واقعاتی زندگی میں داخل ہو جائے۔

اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ صالح مطالعے کی ایک بنیادی شرط جس کے سامنے مربیوں کی ساری نصیحتیں ہیچ اور ان

کے مواعظ ماند ہیں اور جو مطالعے کا بنیادی محرک ہے، وہ بنیادی شرط: تعلیم و تعلم اور کام کی تکمیل کا شوق ورغبت اور شدید دلچسپی اور عقلی امور کا اہتمام اور مدرسے کے کام کا شوق ہے۔

جب یہ جاننا ہو کہ ہم کیسے پڑھیں؟ تو سب سے پہلے اپنے دل میں یہ شعور پیدا کریں کہ ہم اپنے اسباق پر قابو حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اغراض و مقاصد متعین نہ کیے جائیں اور مطالعاتی اعلیٰ نمونے سامنے نہ رکھے جائیں۔

مشاہدے میں آتا ہے کہ بعض طلبہ ریاضیات سے بھاگتے ہیں، بعض تاریخ سے متنفر ہیں، بعض قواعد کو خشک سمجھ کر بدکتے ہیں، بعض طلبہ کے سامنے ایسی دشواریاں ہیں جن کو ان کی عقل سمیٹ نہیں سکتی وغیرہ وغیرہ

ان طلبہ پر جو بعض مضامین سے بیزار ہیں، ضروری ہے کہ اپنے اندر شوق کی چنگاری بھڑکائیں اور ان کے سیکھنے کا داعیہ پیدا کریں اور اس کے لیے ان محرکات کو اختیار کریں اور وہ طریقے اپنائیں جو اس راہ میں ممد و معاون ہوں۔

ان محرکات میں سرِ فہرست یہ ہیں:

پہلا محرک

جس موضوع کی آتش کو ہم اپنے اندر مشتعل کرنا چاہتے ہیں اس سے متعلق حتی الامکان معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ اور خاصی مقدار اکٹھی کرلیں کیونکہ جن چیزوں کے بارے میں آدمی کی معلومات زیادہ ہوتی ہیں، ان میں اسے لطف آتا ہے، اس وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ عرب کس طرح بغیر قواعد کے درست اور صحیح بولتے تھے اور لحن کا رواج عربوں سے عجمیوں کے اختلاط سے ہوا ہے جس کی وجہ سے علم نحو کی ایجاد کی ضرورت پڑی۔

دوسرا محرک

نئی معلومات کا پرانی معلومات سے ربط واتصال اور گزشتہ اور موجودہ واقعات کا باہم تعلق ہے۔ چناچہ مردہ تاریخی واقعات قبروں سے زندہ ہوکر اس وقت سامنے آجاتے ہیں جب انہیں موجودہ مسائل کے تناظر میں دیکھا جائے۔

کیمیا اور فزکس کے اسباق اس وقت دلچسپ اور پر لطف بن جائیں گے جب انہیں اپنی روزمرہ کی زندگی سے مربوط کرلیں۔

تیسرا محرک

زیرِ مطالعہ کتاب یا زیرِ درس موضوع سے فعال، مثبت

موقف اختیار کرنا ہے اور یہ چیز جدید معارف و معلومات کے استعمال اور ان کے متعلق سوالات ابھار کر ان کے صحیح جوابات تلاش کرنے سے حاصل ہو گی۔

ان کوششوں کے باوجود پھر بھی بعض موضوعات سے دلچسپی پیدا نہیں ہو پاتی ہے اور بعض طلبہ کے اندر ان کا شوق ہی پیدا نہیں ہو پاتا ہے لہذا ایسی صورت میں کم از کم اس موضوع کے متعلق اہم اور موٹی موٹی باتوں سے واقفیت پر اکتفا کیا جائے اور اپنی بھرپور کوشش کے باوجود یہ سمجھ لیا جائے کہ مشیت الٰہی یہی چاہتی ہے۔ ہر ایک کو ہر فن میں مہارت نہیں ہو سکتی ورنہ اختصاص کی اہمیت کم ہو جائے گی یا وہ بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔

بعض قیمتی نصیحتیں

پہلی نصیحت

طالب علم اپنے اس واجب اور ذمہ داری کو پورا کرنے اور انجام دینے کا احساس رکھے جو اس پر ڈالی گئی ہے خواہ مشکل اور دشوار دکھائی دے۔ اپنے لیے اس تعلق واتصال کو واضح کر دے جو اس کی موجودہ ذمہ داری کی کامیابی کے درمیان اور اس کے بڑے اغراض ومقاصد کو پورا کرنے اور امید ومطامح بَرلانے کے درمیان ہے۔

یہ نصب العین بنائے کہ اس مضمون میں اس کی ناکامی اور اس میں کمزوری کی وجہ سے اس پر حاوی نہ ہو پانا، ہر چیز کے ضیاع تک پہنچا سکتا ہے۔

دوسری نصیحت

طالب علم اپنی ذمہ داری محدود کرے اور یہ طے کرے کہ کس کام کا کرنا اس کے لیے ضروری ہے پھر کام شروع کر دے۔ وہمی اور فرضی دشواریوں سے اپنی توجہ پھیر لے اور اپنے لیے صالح مطالعاتی فضا اور ماحول پیدا کرے۔

تیسری نصیحت

توجہ اور یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کرے کیونکہ ذہن کا منتشر ہونا یا ادھر ادھر بھٹکنا نتیجہ بخش درس کا پہلا دشمن ہے ایک گھنٹہ توجہ و یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کر لینا ان دس گھنٹوں سے بہتر ہے جو طالب علم خواب یا نیم بیداری کے ساتھ کرتا ہے، یکسوئی کا سب سے خطرناک اور کٹّر دشمن بعض ان مشکلات کا وجود ہے جن سے طلبہ دوچار ہوتے ہیں، اور ان تفکرات اور الجھنوں کے گھنیرے بادل ہیں جو ان کے حوصلوں اور دلوں پر سایہ فگن ہو جاتے ہیں چناچہ انہیں درس سے ہٹا کر تمام سرگرمیوں کا خون کر دیتے ہیں۔

یہ الجھنیں کبھی ناکامی کے اندیشے سے پیدا ہوتی ہیں یا معاشرتی رسوائی کے احساس سے آتی ہیں یا صحت مندی کے ہواجس اور جذباتی رجحانات سے جنم لیتی ہیں۔

کامیاب طالب علم وہ ہے جو ان تمام مشکلات کا سامنا جرأت و دلیری اور ہمت و جوانمردی سے کرے اور ان طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر پڑھے جنہیں اپنی رائے اور دانشمندی پر خود اعتمادی ہے، مسئلے کا درست حل نکالنے کی انہیں صلاحیت ہے اور فہم و تفہیم کا سلیقہ ہے۔

چلاجاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہوجائے

سرگوشیاں!

آخری بات

اخیر میں فرزندان طلبہ کے کانوں میں تین سرگوشیاں ہوں:

1-وہ اپنی امت کا ہراول دستہ اور لائق امانتدار قائدین اور راہنما ہیں ان کے دوش ناتواں پر بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا گیا ہے اور ہر ایک کو اپنی قوم کے فرزندوں میں بڑی قیادت کا مقام ومرتبہ حاصل ہے۔

2-ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے علم کی ایسی راہیں ہموار وآسان کردی ہیں جتنا دوسروں کے لیے نہیں کیا۔ یہ ایسی بڑی نعمت ہے جس پر شکر واجب ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ خیر خواہی کریں اس طور پر کہ اپنے آپ کو علم سے مالا مال اور آراستہ کریں اور حق سے مسلح ہوں اور اپنی قوم کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کریں، خیر اور نیک راہوں اور صحیح خطوط پر قوم کی

راہنمائی کریں۔

3-ہر وقت ان کی نگاہ اپنی اپنی گھڑیوں پر ہو، وہ گھڑی کی چھوٹی (سیکنڈ والی) سوئی پر نظر رکھیں اور غور کریں کہ وہ کس طرح اپنی تیز رفتاری میں سنجیدہ اور کوشاں ہے، اسے دیکھ کہ یہ یاد کریں کہ اس کے ہر چکر اور ہر پھیرے پر عمر کا ایک منٹ کم ہو رہا ہے، سچ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَ الْفَرَاغُ"

(دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں: صحت اور فراغت)۔

صحت کی قدر اس وقت آتی ہے جب بیماری گھیر لیتی ہے اور دوسری نعمت کی قدر ان لوگوں سے پوچھئے جو فراغت کی چند گھڑیوں کے منتظر اور فرصت کے لیے ترستے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میری طبیعت پر یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جب میں کسی کو بالکل فارغ دیکھوں کہ وہ نہ دین کے کام میں مشغول ہو نہ دنیا کے۔"

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

”یَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّمَا أَنْتَ أَيَّامٌ فَإِذَا ذَهَبَ يَوْمٌ ذَهَبَ بَعْضُكَ۔“

(اے ابن آدم! تو ایام ہی کا مجموعہ ہے جب ایک دن گزر جائے تو یوں سمجھ کہ تیرا ایک حصہ بھی گزر گیا)۔

صبح کے اول وقت سے فائدہ اٹھاؤ اور اسے استعمال کرو۔

- تلاوت قرآن اور اس کے حفظ میں۔
- مذاکرے اور سبق کی دہرائی میں۔
- اہم کاموں کی انجام دہی میں۔

آدابِ مطالعہ

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ اصل مطالعے کی عمر چالیس سال تک ہوتی ہے۔ اس کے بعد مصروفیات و مشغولیات مطالعے کا موقع نہیں دیتیں یا وقت کم مل پاتا ہے جسمانی قویٰ جواب دینے لگتے ہیں، بصارت کمزور ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے عوارض لاحق ہونے لگتے ہیں۔

ہر چیز کے حصول کے لیے کچھ آداب و اصول اور شرائط و ضوابط ہوتے ہیں، مطالعے جیسی مہتم بالشان چیز کے بھی کچھ آداب و اصول ہیں، اگر ان کا خیال رکھا جائے گا تو مطالعہ مفید و کارآمد ہو گا اور اگر اس پہلو سے غفلت برتی جائے گی تو نقصان دہ ہو گا۔

چند آداب ذیل کی سطروں میں درج کئے جاتے ہیں:

ا–دورانِ مطالعہ مفید باتوں کو محفوظ کر لیا جائے

دورانِ مطالعہ قاری ایسی چیزوں کو جمع کرتا جائے جو اس کے لیے مفید ہوں اور اس کے دل و دماغ پر خوشگوار احساس چھوڑتی ہوں جیسے کوئی مؤثر قصہ یا کوئی ایسی حکیمانہ بات جس کی اس کو

تلاش تھی یا کوئی تربیتی مواد یا اچھا اقتباس و پیراگراف یا عمدہ جملے اور مؤثر و طاقتور عبارتیں وغیرہ۔ اس طرح آہستہ آہستہ اس کے پاس فائدہ مند عبارتوں کا ایک قیمتی خزانہ اور عمدہ ذخیرہ جمع ہوتا چلا جائے گا پھر جب وہ اس کو جمع کرکے اس کی فہرست مرتب کرلے گا تو وہ بیش قیمت مواد اس کے پاس ایک رجسٹر میں محفوظ ہوگا، اب جب بھی اس پر نظر ڈالے گا انسیت محسوس کرے گا اور وہ باتیں یاد رہیں گی اس طرح وہ ان میٹھے پھلوں کو ہمیشہ چکھتا رہے گا اور ان سے فیض اٹھاتا رہے گا۔

بیشتر علماء کی تصنیفات ان ہی علمی معلومات و فوائد پر مشتمل ہیں جو ان کو مطالعہ اور تحقیق کے دوران حاصل ہوئے پھر انہوں نے ان کو جمع کیا، تحریر کیا یا ان سے متعلقہ جذبات و تاثرات کو محفوظ کرلیا اور مرتب کرکے پیش کردیا۔

جیسے: علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی "بدائع الفوائد"، ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی "صید الخاطر" ہے اور بعض علماء نے اپنے سفر حج وغیرہ کے دوران حاصل ہونے والے فوائد و نوادر بھی مدوّن کیے ہیں جیسے: مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اپنے گھر سے بیت اللہ تک" اور مولانا ناظم ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی

”ہندوستان سے دیارِ حرم تک“ وغیرہ۔ عصرِ حاضر میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب 'تراشے“ اور ان کے تلمیذ رشید مولانا ابن الحسن عباسی کی کتاب ”متاعِ وقت اور کاروان علم“ اور ”کتابوں کی درسگاہ میں“ وغیرہ

فائدہ مند عبارتوں اور اہم معلومات کو اس طرح بھی محفوظ کیا جاسکتا ہے کہ صرف عنوان اور فائدے کا خلاصہ اور صفحہ نمبر لکھ لیا جائے پھر اس کے بعد اس کی عام فہرست تیار کرلی جائے۔ یحییٰ بن معینؒ کا فرمان ہے کہ

> ”جو شخص حدیث طلب کررہا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے محدث اور قلم سے ہرگز دوری نہ اختیار کرے اور جو بھی چیز اس نے سنی ہے اس میں سے کسی کو حقیر و معمولی نہ سمجھے بلکہ اس کو لکھ لے اور نوٹ کرلے۔“

ان کا راہِ علم میں محنت اور جدوجہد کا یہ عالم تھا کہ خود فرماتے ہیں:

> ”میں نے اپنے ایک ہاتھ سے دس لاکھ احادیث لکھیں اور ایک حدیث کو جب تک پچاس مرتبہ

نہیں لکھتا، اطمینان نہیں ہوتا"

(سیر اعلام النبلاء جزء:1، صفحہ:85
بحوالہ: متاعِ وقت اور کاروان علم صفحہ:155)

علم کو نوٹ اور تحریر کے ذریعے قابو میں کرنے کا فائدہ بتاتے ہوئے امام شافعیؒ نے طلبہ کو ازراہِ نصیحت فرمایا:

اَلْعِلْمُ صَیْدٌ وَالْکِتَابَۃُ قَیْدُہٗ
قَیِّدْ صُیُوْدَكَ بِالْحِبَالِ الْوَاثِقَۃْ
فَمِنَ الْحَمَاقَۃِ اَنْ تَصِیْدَ غَزَالَۃً
وَ تَتْرُکَھَا بَیْنَ الْخَلَائِقِ طَالِقَۃْ

(علم شکار ہے اور کتابت اس کو قابو میں کرنے اور باندھنے کا نام ہے، تو اپنے شکار کو مضبوط رسیوں سے باندھے رکھ۔ یہ بڑی حماقت ہے کہ تو کسی ہرنی کا شکار کرلے اور اسے لوگوں کے بیچ آزاد چھوڑ دے)۔

یعنی آدمی کو صرف اپنے حفظ پر اعتماد نہ کرنا چاہیے، علمی مسائل کو لکھ کر محفوظ کرنا چاہیے، ورنہ مرور زمانہ سے وہ ذہن

سے نکل جائیں گے، اس لیے جس طرح شکاری اپنے شکار کو مضبوط رسی سے باندھ رکھتا ہے تم بھی علم کو محفوظ کرو۔

(دیوان امام شافعی مترجم صفحہ:198
اور دیوان الامام الشافعی عربی صفحہ:84)

طالب علم کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ دور بین ہو اور لکھتا جائے کیوں کہ حافظے اکثر دھوکہ دے جایا کرتے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں آپ سے حدیث بیان کرنے والوں میں مجھ سے آگے کوئی نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اور وجہ یہ بتائی کے وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھا کرتا تھا۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جو مجموعۂ احادیث تیار کیا تھا اس صحیفے کو "الصادقہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

عربی کا مقولہ ہے:

مَنْ حَفِظَ فَرَّ وَمَنْ كَتَبَ قَرَّ

(جو یاد کرتا ہے اس سے وہ چیز نکل جاتی ہے اور جو لکھ لیتا ہے تو تحریر اس کے پاس نقش ہو جاتی

ہے۔)

طالب علم کے لئے یہ بات بھی مفید ہے کہ وہ بعض عبارتیں، قواعد اور اہم خلاصے ضرور یاد کرلیا کرے اور "بَلِّغُو عَنِّي وَلَو آيَةً" کی تعمیل میں ان کو دوسروں تک خدا کی رضا کے حصول کی غرض سے پہنچائے تاکہ دوسروں کو بھی فائدہ ہو اور جو کچھ اس نے یاد کیا ہے وہ اور زیادہ محفوظ ہو جائے کیونکہ حدیث میں آتا ہے:

"رُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ"

(بسا اوقات دوسرا شخص براہ راست سننے والے
سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔)

۲- مطالعے میں تنوع پیدا کیا جائے۔

مطالعے میں تنوع پیدا کیا جائے، وہ اس طرح کہ جس کتاب کا مستقل مطالعہ کر رہے ہوں اس کو کسی اور کتاب سے بدل لیا جائے یا موضوع تبدیل کرلیا جائے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ جب اپنی مجلس میں اکتاہٹ محسوس کرتے تو فرماتے: "شاعروں کے دیوان لے آؤ۔" اور ان کے ذریعے شگفتگی پیدا کرلیتے۔

امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ راتوں میں بہت کم سویا کرتے

تھے اور رات کا اکثر حصہ مطالعے میں گزارتے اور اپنے پاس مختلف جلدیں رکھ لیا کرتے، چنانچہ جب ایک قسم کی کتابوں سے اکتاہٹ محسوس کرتے تو دوسری قسم کی کتابوں کا مطالعہ کرنے لگتے، اس طرح اپنے نزدیک پانی بھی رکھ لیا کرتے جس سے نیند کو زائل کر لیا کرتے۔

جس طرح کام کاج سے آدمی کا بدن تھک جاتا ہے اور اسے آرام پہنچانے کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح دل ودماغ بھی مسلسل پڑھنے لکھنے سے اکتا جاتے ہیں اور ذہن تھک جاتا ہے، اسے بھی آرام پہنچانے کی ضرورت پڑتی ہے، بسا اوقات افکار وخیالات کے ہجوم سے دور رکھ کر اور کبھی موضوع بدل کر عمدہ اشعار یا بہترین لطائف وظرائف کے ذریعے یہ تکان دور ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے:

"رَوِّحُوا الْقُلُوبَ وَاطْلُبُوْا لَهَا طَرَفَ الْحِكْمَةِ فَإِنَّهَا تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ"

(دلوں کو راحت بخشو اور ان کے لیے حکمت کے شہہ پارے تلاش کرو کیونکہ دل اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اُوب جاتے ہیں۔)

وَقَالَ اَیْضاً: "اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْاَبْدَانُ فَالْتَمِسُوْا لَهَا مِنَ الْحِكْمَةِ طَرَفاً" (اخبار الحمقی والمغفلین/صفحہ:6،7)

یہ بھی فرمایا:(یہ دل بدن کی طرح تھک جاتے ہیں لہٰذا ان کے لیے حکمت پارے تلاش کرو۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے:

"رَوِّحُوا الْقُلُوْبَ سَاعَةً بَعْدَ سَاعَةٍ فَاِنَّ الْقَلْبَ اِذَا اُكْرِهَ عَمٰی"

(لمحہ بہ لمحہ دلوں کو تسکین پہنچاؤ، اس لیے کہ دل پر جب جبر کیا جاتا ہے تو کند ہو جاتا ہے)۔

مقولہ ہے:

"اَعْطِ الْكَلَامَ مِنَ الْمَزَاحِ بِقَدْرِ مَا يُعْطَى الطَّعَامُ مِنَ الْمِلْحِ

(الحلال والحرام فی الاسلام /صفحہ:266)

(جس طرح کھانے کو بقدر ضرورت نمک دیا جاتا ہے اسی طرح بات میں تفریح و مزاح کی مقدار

بھی رکھو)۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ محض تفریحی کتب و لٹریچر کا مطالعہ بھی نقصان دہ ہے ، اس سے ذہن و فکر میں بلند پروازی کے بجائے سطحیت اور پستی پیدا ہوتی ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ”محض تفریحی ادب کے مطالعے سے ذہن میں سطحیت ، علم اور فکر میں بے مغزی اور معلومات میں تہی مائیگی پیدا ہوتی ہے اور ایسا آدمی کوئی وقیع اور مؤثر کام نہیں کر سکتا، تفریحی ادب کا وہی حصہ ہونا چاہیے جو نمکیات و فواکہ (پھلوں) کا ہوتا ہے اور بعض اوقات اس سے کہیں زیادہ فلسفیانہ اور فکر انگیز مباحث کا مطالعہ بھی ذہن میں تحریک پیدا کرتا ہے اور اس کا کچھ نہ کچھ حصہ بھی شامل رہنا چاہیے۔“

(میری علمی و مطالعاتی زندگی صفحہ:52،53)

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تفصیلی اور بہت زیادہ مسائل اور فقہی اختلاف والی کتابوں کے مطالعے سے قلب میں شدت اور دماغ میں خشکی پیدا ہوتی ہے، اس لیے مناسب ہو گا کہ ان کے

ساتھ کچھ دلچسپ اور ہلکی پھلکی کتابیں بھی پڑھ لی جائیں۔

۳- پڑھی ہوئی کتابوں کو دوبارہ پڑھا جائے

پڑھی ہوئی کتابوں کو دوبارہ پڑھا جائے تاکہ معلومات میں پختگی پیدا کی جا سکے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جب ان کے غیر معمولی حافظے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

"لَا اَعْلَمُ شَيْئاً أَنْفَعَ لِلْحِفْظِ مِنْ نَهْمَةِ الرَّجُلِ وَمُدَاوَمَةِ النَّظَرِ"

(میں کسی بھی چیز کے حفظ اور یاد کرنے کے لیے آدمی کے شوق و حرص اور مداومت نظر سے زیادہ نفع بخش کسی بھی شئ کو نہیں پاتا۔)

(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری صفحہ:447،448)

مطالعے کے اعادے سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے نئے نئے معانی سے استفادہ ہوتا ہے جن کو ہم اس سے پہلے نہیں جانتے تھے، خاص طور پر قرآن کریم کے مطالعے کے وقت۔ اس لیے کہ اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوتے اور نہ ہی علماء کی طبیعتیں اس سے کبھی سیر ہوتی ہیں، چناچہ قاری جب بھی غور و فکر اور تدبر کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتا ہے

اس کو نئے معانی و مطالب کی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح علمی کتابوں کے مطالعے کا اعادہ گزشتہ یاد کی ہوئی چیزوں کو مزید پختگی عطا کرتا ہے جس سے سوچنے اور غور کرنے کے لیے نئے دریچے کھلتے ہیں۔ بعض نے ایک مثال سے اسے یوں سمجھایا ہے:

”جب تم نئی کتاب کو پہلی مرتبہ پڑھتے ہو تو تم کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں نے ایک نیا دوست حاصل کیا ہے اور جب تم اس کو دوبارہ پڑھتے ہو تو تم کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں پرانے دوست کا سامنا کر رہا ہوں اور اس کے روبرو ہوں۔“

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد کی ایک کتاب کا پچاس مرتبہ مطالعہ کیا اور خود ہی ناقل ہیں کہ ہر مرتبہ کے مطالعے میں مجھ کو نئے نئے فوائد حاصل ہوتے گئے۔

ارسطو کی ”کتاب النفس“ کا ایک نسخہ کسی کے ہاتھ لگا جس پر حکیم ابو نصر فارابی کے قلم کی یہ عبارت تحریر تھی: ”اِنِّی قَرَأْتُ هٰذَا الْكِتَابَ مِائَةَ مَرَّةً“ (میں نے یہ کتاب سو بار پڑھی

ہے)۔

مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی دامت برکاتہم نے اس سلسلے کا ایک حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے کہ نامور سائنسدان عبد السلام خورشید جو غیر مسلم ہے لیکن پاکستانی ہے اس کو کینیڈا سے اس کے کالج کے پرنسپل نے نوبل پرائز ونر کے طور پر بلایا، ڈاکٹر عبد السلام خورشید نے کہا کہ

> ”میں نے کیمسٹری کی ایک کتاب پڑھی وہ مجھے سمجھ میں نہ آئی حتیٰ کہ میں نے اس کتاب کو تریسٹھ (63) مرتبہ پڑھا، وہ کتاب مجھے تقریباً حفظ ہوگئی۔“

اس کی بات سن کر ہم حیران ہوئے کہ ایسا بھی کوئی بندہ ہو سکتا ہے کہ جسے ایک کتاب سمجھ میں نہ آئی تو وہ اس کتاب کو شروع سے لے کر آخر تک تریسٹھ مرتبہ پڑھتا ہے، واقعی جس کے اندر اتنی محنت کا شوق ہو تو وہ مستحق ہے کہ اسے دنیا میں نوبل پرائز دیا جائے۔

(اہلِ دل کے تڑپا دینے والے واقعات صفحہ: 219-320)

۴- جب کسی چیز کے سمجھنے میں دشواری ہو تو......؟

جو چیزیں قاری کو کتاب سے بیزار کر دیتی ہیں ان میں ایک اس کا ایسی عبارتوں سے گزرنا بھی ہے جن کو وہ سمجھ نہیں پاتا، تو ایسے وقت کیا موقف اپنایا جائے؟ اہل علم کی سیرت کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جب بھی ان کے لیے کوئی مسئلہ سمجھنا مشکل ہو جاتا یا کوئی دشوار معاملہ درپیش ہوتا تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے اور اس کے آگے گریہ وزاری کرتے ہوئے دعا کرتے کہ وہ ان کے لئے اس مشکل مسئلے کو کھول دے اور اس کے سمجھنے کو آسان کر دے۔

چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب بھی کسی مسئلے کے سمجھنے میں ان کو دشواری درپیش ہوتی تو خدا کے آگے یہ کہتے ہوئے التجا کرتے:

”یَا مُعَلِّمَ إِبْرَاهِيمَ عَلِّمْنِي وَ يَا مُفَهِّمَ سُلَيْمَانَ فَهِّمْنِي“

(اے ابراہیم علیہ السلام کے معلم! مجھے سکھا دے اور اے سلیمان علیہ السلام کو سمجھانے والے! مجھے سمجھا دے۔)

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ﴿ فَفَهَّمۡنَاهَا سُلَيۡمَانَ ۚ﴾ یعنی ہم نے ہی سلیمان کو سمجھایا۔ یہ دعا اور مناجات کتاب کے کسی بھی مشکل کلمے یا عبارت کے آسان ہو جانے یا کسی مسئلے کی عقدہ کشائی کرنے یا کسی صحیح اور درست سمت کی طرف راہنمائی کرنے کے ذرائع میں سے ایک مؤثر اور اہم ذریعہ ہے۔

اسی طرح علم میں زیادتی و اضافے کے لئے بارگاہِ عالم الغیب والشہادۃ میں مستقل دعا بھی کرتا رہے، حضور اکرم ﷺ کو

"رَبِّ زِدۡنِي عِلۡمًا"

کی دعا کرتے رہنے کا حکم دے کر امت کو اس کے مسلسل ورد کی تعلیم دی گئی ہے۔

اسی طرح:

"رَبِّ اشۡرَحۡ لِي صَدۡرِي وَيَسِّرۡ لِي أَمۡرِي وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِنۡ لِّسَانِي يَفۡقَهُوۡ قَوۡلِي"

اور

"سُبۡحَانَكَ لَا عِلۡمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا إِنَّكَ أَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ"

اور

”رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تعَسِّر وَ تَمِّمْ بِالْخَیْر“

پڑھتے رہنا بھی مفید ہے۔

۵-اہل علم سے رجوع

اگر کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہو جس کے سمجھنے میں دشواری ہو رہی ہو تو اس کے لیے اہل علم سے رجوع کرنا چاہیے کیونکہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

”أَلَا سَأَلُو؟ إِذَا لَمْ يَعْلَمُوْا فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السُّؤَالُ.....الخ“[جب کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس کے بارے میں پوچھ لیا کرو، اس لیے کہ (کسی بھی چیز کے بارے میں جانکاری حاصل کرنے کے سلسلے میں) عاجز ہونے اور تھک جانے کا علاج سوال ہے۔]

(رواہ ابو داؤد، بحوالہ: مشکوۃ جلد: 1 صفحہ: 55 عن جابرؓ)

ایک خاص موقع پر ایک واقعہ پیش آجانے پر غلط مسئلہ بتادینے سے ایک صحابی کو نقصان پہنچ گیا تھا، اطلاع ہونے پر حضور

ﷺ نے خفگی ظاہر کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ: ”انہوں نے پوچھا کیوں نہیں؟ جب انہیں معلوم نہ تھا۔“

٦- ناقابل فہم مسائل کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے

کبھی حکمت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ قاری جس چیز کو سمجھ نہ سکے اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے اور اگلے حصے کا مطالعہ شروع کردے تاکہ نہ وقت ضائع ہو اور نہ بہت زیادہ غور وفکر (جس سے معانی سمجھ میں نہ آرہے ہو) سے طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہو، کیونکہ ممکن ہے وہ اس کے بعد اس کو سمجھ جائے یا اس کو دوسری جگہ پڑھ لے یا اس کو کسی سے پوچھ کر سمجھنے کی فرصت حاصل ہو جائے جس سے مسئلہ حل ہو جائے، گتھی سلجھ جائے اور اس کے معنی اس پر کھل جائیں، اسی طرح ہمیشہ لکھنے والے (مصنف) ہی کو بری قرار دینا اور قاری کے فہم پر الزام لگانا درست نہیں، اس لیے کہ کبھی مصنف اپنی فکر صحیح طریقے سے پیش نہیں کرپاتا اور مطلوبہ وضاحت کے درجے تک اپنی بلاغت کی کمی اور تعبیر کے نقص کی بناء پر پہنچنے سے قاصر رہتا ہے جس کی وجہ سے فہم کی راہ میں دشواری آتی ہے۔

۷-وسعتِ مطالعہ پر خصوصی توجہ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کو اپنے ایک خطاب میں تقریر و تحریر کا معیار بلند کرنے پر ابھارتے ہوئے اور وسعتِ مطالعہ پر خصوصی توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ تقریروں کا معیار بلند کیجئے، تحریروں کا معیار بلند کیجئے، مطالعہ وسیع کیجئے اور اس کے لیے اساتذہ سے، خاص طور پر مربی الاصلاح سے، اور ان اساتذہ سے جن سے آپ کا رابطہ ہے ان سے مشورہ کیجئے، مطالعہ اتنا آسان نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے بغیر کسی ترتیب کے پڑھنا شروع کردے، یہ دودھاری تلوار ہے اگر اس کا صحیح استعمال نہ ہوا تو وہ نقصان بھی پہنچاسکتا ہے، یہ ایک پلِ صراط ہے، اس پر بہت سبک روی اور بہت احتیاط کے ساتھ چلنے کی ضرورت ہے، اس کے لئے اپنے اساتذہ سے مشورہ کیجئے، وقت بہت کم اور کام بہت زیادہ ہے، پڑھنے کا سامان بھی روز

بروز بڑھتا چلا جارہا ہے، نہ ہر لکھی ہوئی اور چھپی
ہوئی چیز پڑھنے کے قابل، نہ ہر رسالہ آپ کی میز
پر آنے کے لائق"

(پاجا سراغ زندگی صفحہ:85)

چونکہ زمانہ بڑا برق رفتار واقع ہوا ہے، اس کا دامن سمٹتا اور پھیلتا رہتا ہے، زمانے کی تبدیلیوں اور سرعت تغیرات سے اس کا معیار اور پیمانہ بدل گیا ہے، ماضی میں جو چیزیں کافی تھیں وہ اب بالکل ناکافی ہیں، پہلے استعداد و لیاقت کا جو معیار تھا وہ اب نہیں ہے، زمانۂ قدیم میں بحث و تحقیق اور مطالعے کا میدان محدود تھا، ذخائر علم سے استفادہ اتنا آسان نہ تھا جتنا آج ہے، لہذا بحث و تحقیق کی دنیا میں آج بڑی جگر سوزی اور پتّہ ماری، زیادہ وسیع علم اور بہت محنت و کاوش کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"تحقیق اور مطالعے کا میدان بہت وسیع ہو چکا
ہے، قدیم ذخیرے بلکہ قدیم دفینے جو پہلے علماء
کے خواب و خیال میں بھی نہیں آتے تھے، اب
عام ہو چکے ہیں، نشر و اشاعت کے اداروں نے اور
طباعت و اشاعت کی تحریک نے زمین کے جگر

چاک کر دیئے ہیں اور سمندروں کے اندر سے موتی نکالے ہیں، وہ چیزیں جن کا ہم صرف نام سنتے تھے، وہ آج بازاروں میں مل رہی ہیں سوچنے کے طریقے اور مطمئن کرنے کی صلاحیت اتنی مختلف ہوگئی ہے کہ ان میں قدیم طرز کی بالکل تقلید نہیں کی جاسکتی۔"

ایک موقع پر طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عزیزو! اس عہدِ انقلاب میں دین کی نمائندگی، تعلیماتِ اسلام کی ترجمانی اور نہ صرف ان کی تشریح و تفہیم بلکہ ان کی بلندی و برتری کا نقش قائم کرنے کے لئے بڑی وسیع تیاریوں اور متنوع صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔"

(پاجا سراغ زندگی صفحہ:79،80)

۸-کتب خانہ—ایک اہم ضرورت

کتب خانے کی ضرورت کے تعلق سے علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر کافی ہے:

"قومی و مذہبی ضروریات میں جس قدر ایک

قومی مدرسے ، ایک قومی کالج ، ایک قومی یونیورسٹی کی ضرورت ہے، اسی قدر ایک کتب خانہ اعظم کی بھی ضرورت ہے۔ اگر مسلمانوں کے مذہب ، مسلمانون کے علوم ، مسلمانوں کی قومی تاریخ کو زندہ رکھنا ہے تو ضروری ہے کہ ایک ایسا کتب خانہ بہم پہنچایا جائے جس میں علوم مذہبی کے متعلق نادر اور بیش بہا تصانیف موجود ہوں جس میں مسلمانوں کے خاص ایجاد کردہ علوم و فنون کا کافی سرمایہ ہو جس میں ہر فن کے متعلق وہ تمام کتابیں موجود ہوں جو اس فن کے دور ترقی کے مدارج ہیں، جس میں قدماء کے عہد کی یادگاریں ہوں اور ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ یہ کتب خانہ کسی کا ذاتی نہ ہو بلکہ وقف عام ہو تاکہ تمام ہندوستان کے مسلمان اور بالخصوص مصنفین اور اہل قلم اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔"

(پاجا سراغ زندگی صفحہ:112،113)

۹- مطالعے کی میز کیسی ہو؟

مطالعے کی میز کیسی ہو؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں:

"یہ علم کا، تہذیب کا، خیالات کا اور مقاصد کا حرم ہے۔ اس حرم میں انہیں چیزوں کو آنا چاہیے اور ان چیزوں کو آنے کی اجازت دینی چاہیے جو آپ کے مقاصد سے مطابقت رکھتی ہوں اور جو اس درسگاہ کے بانیوں کے مقاصد سے مطابقت رکھتی ہوں، جس طرح آپ یہاں کسی بدبو دار چیز کو نہیں آنے دے سکتے، اسی طریقے سے آپ کی میز پر کوئی ایسا رسالہ بھی نہیں آنا چاہیے جو اس سے زیادہ متعفن اور مضر ہے اور یہاں کی فضا کو اس سے زیادہ متأثر کر سکتا ہے، یہ میز کسی پبلک لائبریری کی میز نہیں ہے، یہ ایک درسگاہ کی میز ہے، یہ ایک معمل (فیکٹری) ہے، ایک بہت بڑی کارگاہ ہے جہاں ان دماغوں کو ڈھلنا ہے جو امت کی رہبری کریں گے"

۱۰- دار الکتب کیسا ہو؟

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے لائبریری کی الماریوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

”یہاں کی الماریوں میں کسی ایسی کتاب کو رہنے کا حق نہیں ہے جس کی بدبو ان دیواروں کو توڑ کر باہر آتی ہو، جس کو ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد انسان کئی کئی ہفتے ذہنی انتشار میں مبتلا رہے اور ان خیالات، مقاصد اور ان تعلیمات سے اس کو کوئی اتفاق باقی نہ رہے جو اس درسگاہ کے بنیادی مقاصد میں داخل ہیں، اس کے لیے آپ کے دل اور ضمیر کا احتساب کافی ہے۔“

۱۱- مطالعے میں نیت کیا ہو؟

مطالعہ خواہ کسی دینی کتاب کا کیوں نہ ہو (درسی ہو یا غیر درسی) دل بہلانے اور وقت گزاری کی نیت سے نہ ہو بلکہ رضائے الٰہی، طلب آخرت، اپنے نفس اور تمام جاہلوں سے ازالۂ جہل، دین کے احیاء اور اسلام کے ابقاء، ذکر اللہ، قرب حق تعالیٰ اور حکم خداوندی اور ارشاد نبوی ﷺ کی تعمیل اور تبلیغ و تدریس اور

حسن نیت و خلوص سے ہو تاکہ ثواب بن جائے اور عند اللہ مقبول ٹھہرے اور مطالعہ کرنے والا اس پر خود اجر کا مستحق ہو، کیونکہ حدیث میں آتا ہے: "اِنَّمَا الْاَعْمَال بِالنِّیَّاتِ" کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

(مستفاد از "استاد و شاگرد کے حقوق" صفحہ: 78، تعلیم المتعلم صفحہ: 61)

اسی طرح علم و مطالعے سے نعمتِ عقل اور صحت بدن پر شکر کی نیت بھی کرے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ کا مقولہ ہے:

"میں نے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معلوم کیا ہے کہ ہمارا ایک مالک حقیقی ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے اور مالک کی اطاعت ضروری ہوتی ہے تاکہ بندہ اس کی مرضیات پر عمل کرے اور نامرضیات سے بچے، سو میں اس لیے پڑھتا ہوں کہ اس کی مرضیات و نامرضیات کی اطلاع حاصل ہو۔"

("العلم والعلماء" صفحہ: 146)

(یہ جملہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں زمانۂ طالب علمی میں انہوں نے بادشاہ کے اس سوال پر کہا تھا کہ علم کس لیے حاصل کرتے ہو؟ یہ جواب سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور مدرسہ بند کر دینے کا ارادہ ترک کر دیا۔(مؤلف)۔)

کتب بینی میں حسن نیت کا اثر اور اس کا ثمرہ معلوم کرنے کے لیے یہ سبق آموز اور عبرت دلانے والا واقعہ پڑھیے:

کسی نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (بانی دار العلوم دیوبند) سے سوال کیا: حضرت! دین کی جو کتابیں آپ نے پڑھی ہیں وہی آپ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی پڑھی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ آپ کو دیا ہے وہ کسی اور کو نہیں دیا، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت نے بڑا عجیب جواب دیا فرمایا:

> "ہمارے ساتھیوں نے قرآن مجید کو اس کے علوم و معارف کو جاننے اور حقائق و لطائف سے واقف ہونے کی نیت سے پڑھا تھا، ان کو وہ چیزیں مل گئیں مگر وہ نعمت نہ ملی جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی۔
> سائل نے دریافت کیا: حضرت! یہ نعمت آپ کو کیسے ملی؟ فرمانے لگے کہ میں نے جب بھی قرآن کو پڑھا، ہمیشہ اس نیت سے پڑھا کہ اے اللہ! تیرا غلام حاضر ہے، تیرا حکم ماننا چاہتا ہے تاکہ اسے اپنی عملی زندگی میں لے آئے اور اس کے مطابق عمل کرے۔"

یہی چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ڈھائی سال میں سورۂ بقرہ مکمل کی۔ حالانکہ عربی زبان ان کی مادری زبان تھی، نحو و صرف کی ان کو کوئی ضرورت ہی نہ تھی، پھر اتنے سال کیسے لگے؟ معلوم ہوا کہ وہ حضرات ایک ایک آیت پڑھتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے، ادھر ان کی سورت مکمل ہوتی تھی اور ادھر ساتھ ساتھ ان ان کا عمل مکمل ہوتا تھا۔

(مستفاد از "اہلِ دل کے تڑپا دینے والے واقعات" از مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی صفحہ: 295-296)

مطالعے کی اہمیت

طالب علم ملک و قوم کی بہترین امانت ہیں جس طرح اچھی آب و ہوا سے انکی صحت و تندرستی کا خیال رکھا جاتا ہے اسی طرح معیاری، تعمیری کتابوں کا مطالعہ بھی کردار سازی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

ذہن و روح کے سکون کے لیے ، نئ معلومات کے لیے، ملک و قوم اور پورے عالم کی معلومات کے لیے مطالعہ بہت ضروری ہے، اسی سے علم و فضل میں اضافہ ہوتا ہے، کتب بینی ایک اچھی عادت ہے جس سے فطری صلاحیتوں کو نشوونما ملتی ہے، یہ فرحت کا سامان بھی ہے اور تسکین کا ذریعہ بھی اور بلندی کی راہ بھی ہے، اسی لیے مشہور انگریزی انشاء پرداز "لارڈ بیکن" نے کہا تھا کہ: "مطالعہ انسان کی شخصیت کی تکمیل کرتا ہے۔"

لیکن جس طرح گندی آب و ہوا، بیکار قسم کی اشیاء کی خوردنی انسان کی صحت کو مضمحل کر یتی ہیں، اسی طرح فحش لٹریچر، گندی کتابیں ، سستی اور غیر معیاری تصانیف بھی اخلاق و عادات کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہیں اور پڑھا لکھا انسان بھی ایک چوپائے سے گئے

گزرے کام کرتا ہے، اس لیے بچوں کو شروع ہی سے ایسی معیاری کتابیں پڑھنی چاہییں جن پر عمل پیرا ہو کر اخلاق و کردار میں سدھار اور شخصیت میں نکھار آئے۔

بہت سے مصنفین نے بچوں کے ادب و انشاء پر بہت کچھ لکھا ہے، جس کو نہ صرف پڑھنا چاہیے بلکہ اس پر عمل بھی کرنا چاہیے۔

(مثلاً: عربی میں کامل کیلانی جو معلم الاطفال کہلاتے ہیں ان کا پورا سیٹ اور اردو میں مائل خیر آبادی، مولوی محمد اسماعیل میرٹھی اور محمد افضل حسین (ایم اے ایل ٹی) وغیرہ کا نام بجا طور پر لیا جاسکتا ہے۔(مؤلف)۔)

"بصیرت و استدلال کو جِلا دینے کا یک اہم وسیلہ مطالعہ ہے۔ انسان مطالعہ کرتا ہے تو اپنی جستجو کی تسکین بھی کرتا ہے، وہ بہتر سے بہتر کی تلاش کرتا ہے اور زندگی کے زیادہ روشن راستوں پر گامزن ہوتا ہے۔"(میرا مطالعہ صفحہ:132)

جس دن کوئی نئ بات معلوم نہ ہو وہ دن طالب علمانہ زندگی میں بیکار ہے، نئ نئ معلومات ذہن و دماغ کی گرہیں کھولتی اور روشنی عطا کرتی ہیں۔

علم کی ترقی اور مضبوط استعداد پیدا کرنے کے لیے مطالعہ اور کتب بینی نہایت ضروری ہے، یہ ایک واقعی حقیقت ہے کہ جتنے بھی لوگ علمی میدان میں بام عروج پر پہنچے ہیں، وہ مطالعے کی راہ ہی سے پہنچے ہیں، اس کے بغیر نہ استعداد پیدا ہوسکتی ہے نہ علم میں کمال آسکتا ہے۔

لہذا طالب علم پر ضروری ہے کہ وہ مطالعے و کتب بینی کو اپنے لیے لازم قرار دے، اپنی زندگی کا اہم معمول بنادے، اسی سے علوم تازہ رہتے ہیں، اسباق یاد رہتے ہیں، دن بہ دن ترقی ہوتی رہتی ہے۔

جن بچوں میں مطالعے کی عادت نہیں ہوتی وہ ضدی ہوتے ہیں، بات بات پر لڑنا ان کا شیوہ ہوتا ہے اور بڑے ہوکر وہ کوئی ٹھوس، پختہ تعلیمی کام نہیں کرپاتے۔ اس لیے شروع ہی سے مطالعے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ یومیہ چند صفحات پڑھنے کا معمول ہو اور آہستہ آہستہ ان صفحات میں اضافہ ہوتا رہنا چاہیے۔

(گلدستہ خطوط جلد اول صفحہ:110-111)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مطالعے کیا اہمیت ایک حکیمانہ مثال سے اجاگر فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

”مطالعے کی مثال ایسی ہے جیسے کپڑا رنگنے کے لیے اس کو دھولیا جاتا ہے پھر رنگ مٹکے میں ڈالا جاتا ہے، اگر پہلے دھویا نہ جائے تو کپڑے پر داغ پڑ جاتے ہیں ، اسی طرح مطالعہ نہ کیا جائے تو مضمون اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔

”طالب علم کے لیے مطالعہ کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کھیتی کے لیے پانی۔ کھیتی بغیر پانی کے نہیں اگتی، اسی طرح مطالعے کے بغیر علمی استعداد اور صلاحیت پیدا نہیں ہوسکتی۔ طالب علم کو چاہیے کہ گھنٹوں کے علاوہ دوپہر میں اور رات میں کتب بینی میں مشغول رہے ، کوئی بھی اس کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔“ (تحفۃ الطلباء والعلماء صفحہ:177)

مطالعے کی شاہِ کلید—پاکیزہ ذوق

علم و مطالعے کی کنجی اور شاہِ کلید پاکیزہ اور صاف ستھرا ذوق ہے۔

”آج ماہرین تعلیم کے سامنے یہ مسئلہ بڑا اہم ہے کہ نصابِ تعلیم کے علاوہ طلباء کے لیے ایسی کیا چیز مہیا کی جائے جو زندگی اور

منصب و مرتبے کے تقاضوں کو پورا کرے اور جس ماحول میں ان تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے اس ماحول سے صحیح رابطہ پیدا کر سکے۔ یہ مسئلہ مغرب کے دانشوروں سے لے کر مشرق کے عالموں تک سب کے لیے ایک اور اہم مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔"

(پاجا سراغ زندگی صفحہ:66-67)

اس مسئلے کے حل اور اس کے علاج کی مختلف صورتیں اور شکلیں ہو سکتی ہیں۔

"ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ طلباء کے لیے کتب خانے مہیا کئے جائیں اور پھر اساتذہ کتابوں کے مطالعے میں طلباء کی راہنمائی کریں تاکہ طالب علم زندگی کے کاروں سے بچھڑنے نہ پائیں اور جب وہ کسی کتاب کا مکمل مطالعہ کرلیں اور اس پر حاوی ہو جائیں تو ان کو زندگی سے اجنبیت محسوس نہ ہو۔"

(پاجا سراغ زندگی صفحہ:68)

جہاں تک یہ سوال رہا کہ ذوق کیسے پیدا ہو؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ علم وفن کا ذوق مشاہیر اہل علم کی مجلسوں اور محفلوں میں شرکت کر کے اور ان سے رابطہ رکھ کر پیدا کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد انسان بہت تھوڑے مواد سے کام لے سکتا ہے، لیکن ایسا

ملکہ جب ہی پیدا ہو گا جب کہ مختلف مجالس اور محافل میں شرکت کی جائے، اعتماد، اعتقاد اور اتحاد کے ساتھ۔

"افسوس کہ آج تمام مدارس میں ایک خلا ہے اور طلبہ و اساتذہ میں ربط نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان ایک خلیج حائل ہے، خوب سمجھ لیجئے کہ ان ہی اساتذہ کی محفلوں میں شرکت کر کے آپ صحیح ذوق و شوق پیدا کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اعتماد اور ایک حد تک اعتقاد اور اتحاد کے ساتھ بیٹھیں۔

یاد رکھئے! کہ مخلص و غیر مخلص، اچھے برے بلکہ انسان اور غیر انسان کا فرق سمجھنے کے لیے کہیں بھی اصول و ضوابط منضبط نہیں ہوتے بلکہ یہ بات صرف ذوق ہی سے معلوم ہوتی ہے۔"

طالب علم اگر ایک ماہ ڈھنگ سے محنت کر لے تو ان شاء اللہ مطالعے کا ذوق پیدا ہو جائے گا اور آئندہ محنت بھی کم کرنی پڑے گی۔

وقت کی قدر و قیمت:

اَلْوَقْتُ اَغْلٰی مَا یَمْلِکُ الْإِنْسَانُ

(وقت سب سے بیش بہا دولت ہے جو انسان کے پاس ہے)

اَلْوَقْتُ مَصْدَرُ السَّعَادَةِ أَوِ الشَّقَاءِ

(وقت خوش بختی یا بد بختی کا سر چشمہ ہے)

اَلْوَقْتُ یَنْقَضِی وَلَا یَنْتَظِرُ

(وقت گزر جاتا ہے اور انتظار نہیں کرتا)

اَلْوَقْتُ یَمْضِی سَرِیْعاً وَلَا یَعُوْدُ

(وقت برق رفتاری سے گزر جاتا ہے اور واپس نہیں آتا)

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

علم کی خاطر مشقتیں برداشت کرنا

علم کی گراں مایہ دولت حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کی تکالیف اور مشقتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے رہنا چاہیے اور تحصیل علم میں برابر لگے رہنا چاہیے کہ دنیا کی ادنیٰ شئ بھی بدون محنت و مشقت کے حاصل نہیں ہوتی۔

عربی کا شاعر کہتا ہے:

تَمَنَّيْتَ أَنْ تَصْبَحَ فَقِيْهاً مُنَاظِراً
بِغَيْرِ عَنَاءٍ وَالْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ
وَلَيْسَ اكْتِسَابُ الْمَالِ دُوْنَ مَشَقَّةٍ
تَحَمَّلُهَا فَالْعِلْمُ كَيْفَ يَكُوْنُ

(تمہاری خواہش ہے کہ بغیر تکلیف اور مشقت اٹھائے ہوئے بڑے فقیہ اور عالم بن جاؤ، یہ پاگل پن اور جنون ہے، کیونکہ جب مال و دولت کا حصول مشقت برداشت کیے بغیر نہیں ہو سکتا تو

پھر علم جو اس سے بدرجہا بلند و بالا ہے اس کا
حصول مشقت کے بغیر کیسے ہو سکتا ہے؟)

اصحابِ صفہ نے اس راہ میں بڑی مشقتیں جھیلی ہیں اور بڑی تلخیاں برداشت کی ہیں، رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد ان کے پاس آتے تو تسلی دیتے ہوئے فرماتے:

"لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَالَكُمْ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى
لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَّ حَاجَةً"

(اگر تم جان جاؤ کہ اللہ کے یہاں تمہارے لیے کیا
اجر و ثواب ہے تو خواہش کرو گے کہ فقر و فاقہ میں
اور زیادہ مبتلا رہو)۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیل علم میں چھ امور کو ضروری قرار دیتے ہوئے انہیں اپنے اشعار میں یوں بیان فرمایا ہے:

أَخِي! لَنْ تَنَالَ الْعِلْمَ اِلَّا بِسِتَّةٍ
سَأُنْبِيْكَ عَنْ تَفْصِيْلِهَا بِبَيَانٍ
ذَكَاءٌ وَ حِرْصٌ وَاجْتِهَادٌ و بُلْغَةٌ

وَ صُحبَۃُ اُستَاذٍ وَ طُولُ زَمَانٍ

(اے بھائی ! تو علم حاصل نہیں کر سکتا مگر چھ
چیزوں کے ذریعے۔ میں تجھے وہ تفصیلاً بتانا چاہتا
ہوں وہ چھ چیزیں: ذکاوت، علم کی حرص، محنت،
گزارے کا سامان، استاد کی صحبت اور زمانۂ دراز
تک حصول علم ہیں۔)

بلاشبہ امام موصوف کی یہ نصیحت بڑی قیمتی ہے اور چشم کشا حقائق پر مبنی بھی۔ کاش! ہم اسے حرز جاں بنالیں۔

مؤرخ یوں جگہ دیتا نہیں تاریخ عالم میں
بڑی قربانیوں کے بعد پیدا نام ہوتا ہے

ذوقِ علم اور شوقِ مطالعہ کے اسلاف کے چند واقعات

امام مسلمؒ:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ رات میں کھانے سے فارغ ہو کر باہر ٹہل رہے تھے کہ کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا۔ اتفاق سے امام صاحب کو معلوم نہ تھا، گھر آکر کتابوں کی ورق گردانی اور مسئلے کی تحقیق میں مصروف ہوگئے، اسی اثناء میں باندی نے کھجور کا ایک ٹوکرا لاکر رکھ دیا، آپ کھاتے جاتے اور مسئلہ تلاش کرتے جاتے، انہماک کی وجہ سے پتہ نہ چل سکا کہ کتنی کھجور کھاگئے، صبح ہوتے ہوتے بحث و تحقیق میں استغراق، علم کی تلاش و جستجو میں یکسوئی اور مطالعے کے ذوق میں مشغول رہ کر اللہ کو پیارے ہوگئے۔

عبداللہ ابن المبارکؒ:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بڑے نامور اور مشہور محدث ہیں، ان کے پاس علم حدیث کے شیدائیوں اور شمع

علم نبوت کے پروانوں کا اتنا ازدحام ہوتا کہ ایک دفعہ ان کی تعداد گنی گئی تو چالیس ہزار نکلی، اس دور میں لاؤڈ اسپیکر تو تھا نہیں، جب وہ حدیث سناتے تو نماز میں مکبر کی طرح بعض لوگ ان کے الفاظ کو اونچی جگہ سے بلند آواز کے ساتھ دہرا دیتے تاکہ پورے مجمعے تک آواز پہنچ جائے، صرف مکبر حضرات کی تعداد بارہ سو ہوا کرتی تھی، آخر اتنے بڑے مجمع کے اندر بیٹھ کر علم حدیث پڑھانے اور بیان کرنے کا مرتبہ انہیں کیوں ملا؟ کیا بغیر مطالعے اور محنت کے؟

امام محمدؒ:

حضرت امام محمد کے شوق علم کا حال اور ذوق مطالعہ کی داستان ان کے عزیز شاگرد حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک رات گزارنے کا موقع ملا، انہوں نے عشاء کے بعد چراغ کے سامنے کتاب کھولی اور اس میں سے کچھ پڑھا، پھر چراغ بجھا دیا اور لیٹ گئے، تھوڑی دیر بعد اٹھے، چراغ جلایا پھر کتاب دیکھی اور پھر لیٹ گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھے چراغ جلایا، کتاب دیکھی پھر لیٹ گئے۔ فرماتے ہیں: میں ساری رات جاگا اور گنا۔ انہوں نے سترہ مرتبہ

اٹھ کر چراغ جلایا، سترہ مرتبہ کا کیا مطلب؟ اگر آٹھ گھنٹے کی رات ہو تو ہر آدھے گھنٹے بعد چراغ جلایا۔ اب سوچیئے کہ وہ سوئے کہاں؟ دراصل وہ چراغ بجھاتے اس لیے تھے کہ فالتو تیل نہ جلے اور اسراف نہ ہو جائے پھر جب وہ لیٹتے تھے نیند نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ غور و خوض اور تفکر و تدبر کیا کرتے تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ جب صبح اٹھے تو میں نے عرض کیا: حضرت! آپ رات کو سترہ مرتبہ اٹھے تھے، آپ کتنا سوئے ہوں گے؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میں رات سویا نہیں بلکہ میں نے ایک ہزار مسائل کے جواب تلاش کر لیے۔ اللہ اکبر!

حصول علم کی برق رفتاری جو ہمارے سلف صالحین کی زندگیوں میں تھی آج عوام الناس ان واقعات کو سن کر حیران ہو جاتے ہیں اور علماء بھی ان کو مبالغہ سمجھتے ہیں جبکہ وہ حقیقت ہیں آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ سال کی عمر میں امام شافعی بن چکے تھے اور مسندِ درس و فتاء کی زینت بن چکے تھے، یہ ان کی محنت اور ان کا شوق علم تھا کہ اتنی کم عمری میں انہوں نے علم کے بڑے بڑے ہفت اقلیم سر اور سمندر عبور

کر لیے تھے۔

امام ابو یوسفؒ:

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کون ناواقف ہے؟ فقہ حنفی کے اہم ستون اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد اور خلیفہ ہارون رشید کے عہد کے چیف جسٹس ہیں۔ "کتاب الخراج" جیسی اہم شاہکار تصنیف کے مؤلف ہیں۔ جب ان پر نزع کی کیفیت طاری تھی، ہوش آیا تو اس وقت انہوں نے ایک شاگرد قاضی ابراہیم بن جراح جو ان کی عیادت کے لیے گئے تھے، ان سے مسئلہ پوچھا کہ رمی جمار (شیطان کو کنکری مارنا) راکباً (سوار ہو کر) افضل ہے؟ یا ماشیاً (پیدل) افضل ہے؟

حافظ ابن طاہر مقدسیؒ:

حافظ ابن طاہر مقدسی نے جتنے سفر طلب حدیث میں کیے ان میں کبھی انہوں نے سواری کا سہارا نہیں لیا، سواری اور بار برداری دونوں کا کام وہ اپنے نفس ہی سے لیتے تھے، سفر پا پیادہ کرتے اور کتابوں کا پشتارہ پشت پر ہوتا، مشقت پیادہ روی کبھی کبھی یہ رنگ لاتی تھی کہ پیشاب میں خون آنے لگتا تھا

ضعف ہولاکھ مگر دشت نوردی نہ چھٹے
حشر تک چاہیے مجنوں کی طرح نام چلے

فتح بن خاقانؒ:

فتح بن خاقان کو خلیفہ متوکل کا وزیر خاص ہونے کے باوجود کتابوں سے اتنا عشق تھا کہ مطالعے کے لیے کوئی نہ کوئی کتاب ہمیشہ ان کے پاس رہتی، موقع ملتے ہی فوراً مطالعے میں مصروف ہو جاتے حتٰی کہ راستہ چلتے ہوئے بھی مطالعہ کرتے تاکہ آمد و رفت کا یہ وقت ضائع نہ ہو۔

علامہ ابن الجوزیؒ:

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بارے میں خود لکھا ہے کہ میری طبیعت کتابوں کے مطالعے سے کسی طرح سیر نہیں ہوتی، جب کسی نئی کتاب پر نظر پڑ جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا، زمانہ طالب علمی میں بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔

ہر روز چار جزء لکھنا ان کی زندگی بھر کا معمول تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں: ”میں نے خود اپنی انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھیں ہیں۔“

شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ:

شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب دارالعلوم دیوبند کے مقبول ترین اساتذہ میں سے تھے۔ کثرتِ مطالعہ، کتب بینی، درس و تدریس کی شبانہ روز مشغولیت میں منفرد تھے۔ ان کی کثرت کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک ہفتہ مسلسل وہ قطعاًنہ سوتے تھے اور شب و روز کتاب کے سوا کوئی اور چیز ان کے ہاتھوں میں آنکھ کے سامنے نہ آتی تھی۔

مولانا ادریس کاندھلویؒ:

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ کا مطالعہ اور علمی انہماک بڑا مشہور تھا۔ طالب علمی میں قلب کے دورے کی شکایت ہوگئی۔ اکثر بے ہوش ہوجاتے، جوں ہی ہوش آتا مطالعے میں مشغول ہوجاتے۔ وہ علم کے لیے پیدا کیے گئے تھے اور علم ان کی پوری زندگی کا اوڑھنا بچھونا رہا۔ فرماتے تھے: ”ہر وقت دماغ کسی علمی مسئلے میں مشغول رہتا ہے۔ گھر سے دار الحدیث تک آتا ہوں تو کئی احادیث کی تشریح اس دوران کرلیتا ہوں۔“

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا علیہ الرحمۃ نے رات کا

کھانا نیند کے غلبے اور مطالعے میں حرج کے خوف سے ترک کر دیا تھا۔ مطالعے کا ایسا چسکا پڑ گیا تھا کہ عشاء کے بعد بیٹھتے تو رات تین چار بجے تک ترمذی اور بخاری کا مطالعہ دیکھا کرتے۔

جاحظؒ:

نامور اور مشہور ادیب جاحظ جبکہ زندگی کے آخری ایام میں جسم کا آدھا دھڑ مفلوج ہو گیا تھا۔ اس حال میں بھی مطالعے کا محبوب مشغلہ جاری رہا۔ کتابوں کے جمگھٹے میں پڑے مطالعہ کرتے رہتے کہ ایک دن آس پاس رکھی کتابیں ان پر آ گریں۔ مفلوج و بیمار جسم اٹھنے کی تاب نہ لا سکا۔ بالآخر اپنی محبوب کتابوں میں دب کر جان دے دی اور اس طرح:

ع: مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہو گا کفن اپنا

کے مصداق ہو گئے۔

محمد بن سحنونؒ:

محمد بن سحنون پایہ کے محدث اور فقہ مالکی کے جلیل القدر عالم ہیں۔ ان کے علمی انہماک کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ عشاء کے وقت ان کی باندی کھانا لے کر حاضر ہوئی، یہ تالیف میں مشغول تھے۔ باندھی کافی دیر انتظار سے جب اُکتا گئی تو از خود لقمے بنا کر

انہیں کھلانے لگی۔ پوری رات مشغولیت رہی جب صبح کی اذان ہوئی تب کھانے کا خیال آیا، باندی سے کھانا طلب کیا، وہ کہنے لگی: حضور! کھانا تو میں نے آپ کو کھلا دیا تھا۔ کہنے لگے: مجھے تو اس کا احساس تک نہیں ہوا۔

محدث عبید بن یعیشؒ:

ایک بڑے محدث عبید بن یعیش گزرے ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان سے حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے کہ تیس سال تک رات میں اپنے ہاتھ سے کھانا نہیں کھایا بلکہ خود حدیث لکھنے میں مصروف رہتے اور بہن منہ میں لقمہ دیتی جاتیں۔

احمد بن یحییٰ شیبانیؒ:

احمد بن یحییٰ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ عربی لغت، ادب، گرامر اور قرأت وغیرہ کے بڑے نامی گرامی عالم تھے اور ثعلب کے نام سے مشہور تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ اگر دعوت دی تو داعی سے فرماتے کہ کھانے کے وقت ان کے لیے چمڑے کے تکیے کی مقدار جگہ خالی رکھی جائے جس میں کتاب رکھ کر مطالعہ کریں۔

امام ثعلبؒ:

امام ثعلب کا معمول تھا کہ راستہ چلتے ہاتھ میں کتب رہتی اور مطالعہ کرتے جاتے، چناچہ اسی طرح چل رہے تھے کہ گھوڑے نے ٹکر دی، گڑھے میں گر پڑے اور ایسی چوٹ آئی کہ دوسرے دن ہی وفات ہو گئی۔

حافظ منذریؒ:

حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ ساتویں صدی کے جلیل القدر محدثین میں سے ہیں، ان کے شاگرد ابراہیم بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں قاہرہ میں شیخ کے پڑوس میں بارہ سال تک رہا۔ ہمارا گھر ان کے گھر کی اوپر والی منزل میں تھا، میں نے رات کو جس کسی حصے میں بھی اٹھ کر دیکھا تو چراغ کی روشنی میں ان کو مطالعے میں مشغول پایا۔

امام نوویؒ:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کے عظیم شارح اور ساتویں صدی کے جلیل القدر محدث ہیں۔ تعلیم کے زمانے میں محنت اور جد و جہد کا یہ عالم تھا کہ دو سال تک پہلو کے بل زمین پر نہیں سوئے۔ بیٹھے بیٹھے ہی کچھ آرام کر لیتے اور پھر مطالعے میں مشغول

ہو جاتے تھے۔

آتے جاتے بھی وقت بچاتے اور راہ چلتے مطالعہ کرتے تھے۔ دن رات میں صرف ایک بار کھانا کھاتے تھے۔ پھل فروٹ نہیں کھاتے تھے اس اندیشے سے کہ اس سے جسم میں رطوبت پیدا ہو جائے گی اور پھر نیند کا غلبہ علم اور مطالعے میں مخل ہو گا۔ علمی مصروفیات کی وجہ سے شادی بھی نہ کی اور پوری عمر لکھنے پڑھنے میں گزار دی۔

مولانا اسعد اللہؒ:

حضرت مولانا شاہ الحاج شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم نے فرمایا کہ فراغت کے بعد بھی میرے مطالعے کا اوسط ایک ہزار صفحات یومیہ ہوتا تھا۔

حسن بصریؒ:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ پر چالیس سال اس حال میں گزرے ہیں کہ سوتے جاگتے کتاب میرے سینے پر رہتی تھی۔

شیخ ابن سیناؒ:

شیخ ابن سینا کے حالات میں لکھا ہے کہ جب کوئی کتاب ہاتھ میں آتی تھی تو بغیر اس کو پورا کیے نہیں رکھتے تھے اور یہی نہیں کہ پڑھ کر رکھ دی بلکہ اس کو پورے طور پر سمجھ کر اور اس کا تمام مطلب و ماحصل گنجینۂ دماغ میں بھر کر چھوڑتے تھے۔ راتیں جاگ کر کتب بینی میں بسر کرتے اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو پانی پیتے اور تازہ دم ہو کر پھر کتاب دیکھنے لگتے۔

امام جاحظ لیثیؒ:

امام جاحظ لیثی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کتب بینی کے بڑے شوقین تھے۔ جو کتاب ہاتھ میں آتی، اسے ختم کرنے سے قبل ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے۔ کاتبوں اور کاغذ فروشوں کی دکانیں کرایہ پر لیتے اور ان میں بیٹھ کر مطالعے میں مصروف رہتے تھے۔

امام محمدؒ:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعے کا یہ حال تھا کہ پوری پوری رات علمی کتابوں کے پیچھے گزارتے تھے۔ بہت تھوڑی دیر آرام کر کے فوراً اُٹھ کر بیٹھ جاتے اور مطالعے میں مشغول ہو جاتے۔ آپ کی والدہ نے ایک مرتبہ کہا کہ اپنے نفس پر ظلم وزیادتی کیوں

کرتے ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ امی جان! لوگوں نے اپنے علم کے لیے مجھ پر اعتماد کیا ہے اور وہ سو گئے ہیں اور یہ سمجھ لیا ہے کہ جب کسی مسئلے کی ضرورت ہو گی تو مجھ سے پوچھ لیں گے۔ اس لیے میں رات کو سو نہیں سکتا۔

امام موصوف پوری رات کبھی اِس کتاب کو کبھی اس کتاب کو دیکھنے میں گزر دیتے۔

حضرت گنگوہیؒ:

حضرت گنگوہی کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ اس قدر محنتی تھے کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں شاید سات آٹھ گھنٹے بہ مشکل سونے، کھانے اور دیگر ضروریات میں خرچ ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ سارا وقت ایسی حالت میں گزرتا تھا کہ کتاب نظر کے سامنے ہے اور خیال مضمون کی تہہ میں ڈوبا ہوا ہے۔ مطالعے میں آپ اس درجے محو ہوتے تھے کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اُٹھا کر لے جاتا تو خبر نہ ہوتی، بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ کتاب دیکھتے دیکھتے آپ سو گئے اور صبح کو معلوم ہوا کہ رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ:

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ کو جب مطالعہ

کرتے کرتے آدھی رات سے زیادہ گزر جاتی تو والد صاحب ازراہِ شفقت فرماتے: بابا! کیا کر رہے ہو؟ فرماتے ہیں: میں جلدی سے لیٹ کر کہتا کہ سویا ہوا ہوں، کیا ارشاد ہے؟ اس کے تھوڑی دیر بعد اٹھ جاتا اور پھر مطالعے میں لگ جاتا۔ شیخ نے یہ بھی فرمایا کہ چراغ بعض مرتبہ میری دستار اور بال میں لگ جاتا اور مجھے پتہ بھی نہ چلتا۔

علامہ ابن تیمیہؒ:

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم و مطالعہ مشغلہ نہیں غذا بن گیا تھا۔ یہ آتش لگی تو پھر بجھائے نہ بجھی، شیخ سراج الدین فرماتے ہیں:

"وَكَانَ الْعِلْمُ قَدِ اخْتَلَطَ بِلَحْمِهِ وَ دَمِهِ وَ سَائِرِهِ فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ مُسْتَعَاراً بَلْ كَانَ لَهُ دِثَّاراً۔"

(علم ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے رگ و ریشے میں سرایت کر گیا تھا اور گوشت و پوست بن گیا تھا۔ علم ان کے لیے کوئی عارضی اور مانگنے کی چیز نہیں

تھی بلکہ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔)

ایک مرتبہ بیمار ہوئے، طبیب نے مطالعے سے منع کر دیا۔ فرمانے لگے: "میرا جی علم و مطالعے ہی سے مسرت و راحت محسوس کرتا ہے" طبیب نے کہا: تو پھر یہ مرض ہمارے دائرۂ علاج سے باہر ہے۔

ابن الاعرابیؒ:

ابن الاعرابی نے محض اپنی یاد داشت سے اتنا کثیر علم لکھا کہ کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر ہے۔ ان کے ذوق کتب بینی کا یہ حال تھا کہ کتابوں کا انبار سامنے لگا ہے، کبھی اس کتاب کو دیکھتے کبھی وہ کتاب اٹھالیتے، ان کے یہ اشعار حرز جان بنانے اور آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں:

لَنَا جُلَسَاءُ مَا تَمَلُّ حَدِيْثُهُمْ
أَلِبَّاءُ مَأْمُوْنُوْنَ غَيْبًا وَّ مَشْهَدَا

يُفِيْدُوْنَنَا مِنْ عِلْمِهِمْ عِلْمَ مَا مَضٰى
عَقْلًا وَّ تَأْدِيْبًا وَّ رَأْيًا مُسَدَّدَا

(ہمارے ہم نشین ایسے ہیں کہ ان کی گفتگو ہمیں اکتاتی نہیں۔ یہ لوگ دانشمند اور ہر حال میں بے ضرر رہیں۔ یہ ہم نشین ہمارے دامن کو علم وادب اور عقل کی دولتوں سے بھرتے رہتے ہیں۔)

امام زہریؒ:

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعے کے وقت یہ عالم ہوتا تھا کہ ادھر ادھر کتابیں ہوتی تھی اور وہ مطالعے میں ایسے مصروف ہوتے تھے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی۔ بیوی کو کب گوارہ ہو سکتا تھا کہ اس کے سوا کسی اور کی دل میں اس قدر گنجائش ہو، ایک روز بگڑ کر کہا: "وَاللهِ لَهٰذِهِ الْكُتُبُ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ثَلَاثِ ضَرَائِرَ" (اللہ کی قسم! یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔)

مفتی محمد شفیعؒ:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ نے دارالعلوم دیوبند کے ناظم کتب خانہ کو با اصرار اس پر آمادہ کر لیا تھا کہ دوپہر کو کھانے اور آرام کے وقفے میں جب وہ گھر جانے لگیں تو مجھے کتب خانے کے اندر چھوڑ کر باہر سے تالا لگا جائیں۔ فرماتے ہیں: چنانچہ

وہ ایسا ہی کرتے اور میں ساری دوپہر علم کے اس رنگارنگ باغ کی سیر کرتا رہتا تھا۔ فرماتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے کی کوئی کتاب ایسی نہیں تھی کہ میری نظر سے نہ گزری ہو۔ اگر کسی کتاب کو میں نے پورا نہیں پڑھا تو کم از کم اس کی ورق گردانی ضرور کرلی تھی۔

مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ:

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں ہم درس ساتھ تھے۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کرلیا تھا کہ رات کے ابتدائی نصف حصے میں ہم میں سے ایک مطالعہ کرے گا اور دوسرا سوئے گا۔ آدھی رات ہوجانے پر مطالعہ کرنے والا چائے بنائے گا اور دوسرے ساتھی کو اٹھا کر چائے پی کر سوجائے گا۔ اب دوسرے کے ذمہ فجر کی نماز باجماعت کے لیے اپنے سونے والے ساتھی کو اٹھانا ہوگا۔ ایک دن شروع میں مولانا یوسف صاحب مطالعہ کرتے اور مولانا انعام الحسن صاحب سوتے اور دوسرے دن اس کے برعکس ترتیب رہتی تھی۔

مفتی عزیز الرحمٰنؒ:

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن قدس سرہ کے علمی شغف کا تذکرہ کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"بعض دوستوں نے مجھے بتلایا کہ وفات سے پہلے بھی ایک فتویٰ ہاتھ میں تھا جس کو موت ہی نے ہاتھ سے چھڑا کر سینے پر ڈال دیا تھا۔

مسٹر آرنلڈ:

مطالعے میں انہماک کا ایک انگریز کا سبق آموز واقعہ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

"ہم دونون (شبلی و آرنلڈ) جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ یکم مئی کی صبح کو میں سو کر اٹھا تو ایک ہم سفر نے کہا کہ جہاز کا انجن ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے دیکھا تو واقعی کپتان اور جہاز کے ملازم گھبرائے پھر رہے تھے اور اس کی درستی کی تدبیریں کر رہے تھے۔ انجن بالکل بیکار ہو گیا تھا ور جہاز آہستہ آہستہ ہوا کے سہارے چل رہا تھا۔ میں سخت

گھبر ایا، نہایت ناگوار خیالات دل میں آنے لگے۔
اس اضطراب میں اور کیا کر سکتا تھا۔ دوڑا ہوا مسٹر
آرنلڈ کے پاس گیا۔ وہ اس وقت نہایت اطمینان
کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ میں نے
ان سے کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے؟ فرمایا: ہاں!
فرمایا کہ اگر جہاز کو برباد ہی ہونا ہے تو یہ تھوڑا سا
وقت اور بھی قدر کے قابل ہے اور ایسے قابلِ
قدر وقت کو رائیگاں کرنا بے عقلی ہے۔ ان کے
استقلال اور جرأت سے مجھے اطمینان ہوا۔ آٹھ
گھنٹے بعد انجن درست ہوا اور جہاز بدستور چلنے
لگا۔"

امام شافعیؒ:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: آپ کے علم کا شوق کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"جب میں کوئی ایسی علمی بات جو پہلے نہیں سنی
تھی۔ سنتا ہوں تو میرے تمام اعضاء کی خواہش
ہوتی ہے کہ ان کے بھی کان ہوں جن سے وہ اس

علمی بات کو سن کر لطف اندوز ہوں جس طرح
کان لطف اندوز ہوتے ہیں۔“

پھر پوچھا گیا: آپ کو تحصیلِ علم کا شوق کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا:

”جس طرح ایک دنیادار کنجوس کو مال جمع کرنے کا
شوق ہوتا ہے۔

مزید پوچھا گیا: آپ علم کس طرح حاصل کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

”جس طرح کوئی ماں اپنے کھوئے ہوئے اکلوتے
بیٹے کو تلاش کرتی ہے۔“

حمیدی رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مصر گئے، ہم دونوں ایک ہی مکان میں ٹھہرے، میں بیچ کی منزل میں اور امام شافعی بالائی منزل میں۔ کبھی میں رات میں اٹھتا تو بالائی منزل پر چراغ جلتا ہو دیکھتا۔ میں خادم کو بلا کر پوچھتا کہ یہ چراغ کیوں جل رہا ہے؟ وہ کہتا کہ آپ ہی اوپر جا کر دیکھئے کیا ماجرا ہے؟ میں اوپر چڑھتا، دیکھتا تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قلم کاغذ لیے بیٹھے ہیں۔ میں کہتا: ابو عبد اللہ! اب لکھنا

پڑھنا بند کرو، رات بہت ہو گئی ہے۔ وہ کہتے: میں نے فلاح حدیث میں غور کیا، کچھ مسائل ذہن میں آئے ، میں نے سوچا کہیں یہ ذہن سے نکل نہ جائیں اس لیے چراغ جلا کر انہیں قلم بند کرنے لگا۔

امام بخاریؒ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رات میں اٹھتے ، چراغ جلاتے اور ذہن میں جو علمی مسئلہ آتا اسے قلم بند کرتے پھر چراغ بجھا کر لیٹ جاتے پھر اٹھتے اور چراغ جلا کر لکھتے، اسی طرح تقریباً بیس مرتبہ تک آپ اٹھ کر لکھتے۔

یہ چند مؤثر واقعات جذبہ اور ولولہ پیدا کرنے اور عبرت حاصل کرنے کی غرض سے تحریر کر دیئے ہیں۔ ترتیب ملحوظ نہیں۔

فَاعۡتَبِرُوۡا يَاأُوۡلِي ٱلأَبۡصَارِ

مطالعے کی افادیت

مطالعے کی اہمیت و افادیت ہمیشہ ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ اس سلسلے میں کسی بھی نقطۂ نظر یا مدرسۂ فکر کو کوئی اختلاف نہیں بلکہ مطالعے ہی سے نقطہ ہائے نظر اور مدارسِ فکر کی شناخت ہوتی ہے اور مطالعے ہی کی مدد سے ان کے روشن یا تاریک پہلو سامنے آتے ہیں، سماج یا معاشرے کی تعمیر و تطہیر میں مطالعے کا بڑا اہم اور واضح رول ہوتا ہے۔ دنیا کی تمام مخلوقات میں انسان کے شرف و تفوق کی بنیاد علم پر ہے اور علم صرف اور صرف مطالعے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس صورت میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مطالعہ انسانی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور مطالعے کے بغیر انسان اپنی اُس منزل کو نہیں پاسکتا جس کے لیے خالقِ کائنات نے اس کی تخلیق فرمائی ہے۔ بعض دانشوروں کے نزدیک جو اہمیت انسانی زندگی کے لیے پانی، ہوا اور غذا کی ہے، وہی اہمیت مطالعے کی بھی ہے۔ اس لیے کہ پانی، ہو اور غذا سے جسمِ انسانی کو نشو و نما ملتی ہے اور مطالعے سے ذہن و فکر میں گیرائی اور بالیدگی اور روح میں تازگی و روشنی پیدا ہوتی ہے۔

(میرا مطالعہ صفحہ:7)

مطالعہ اور کتب بینی کرنے والا علم و حکمت کے بیش قیمت گوہر اپنے دل و دماغ میں بھر لیتا ہے اس سے علم میں وسعت پیدا ہوتی ہے ، استعداد ٹھوس اور مضبوط ہوتی ہے، قوت فکریہ تیز ہوتی ہے اور علم کے دروازے کھلتے ہیں، بہت سی نامعلوم چیزیں معلوم ہوتی رہتی ہیں، تحقیق کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور لاعلمی دور ہوتی ہے۔

مطالعہ کرنے والا طالب علم درجۂ کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ علم کا آفتاب و ماہتاب بن جاتا ہے اور انسانی معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہے۔

اس کے بر خلاف جو طلبہ مطالعہ نہیں کرتے ان میں استعداد پیدا نہیں ہوتی، علم ناقص رہتا ہے، دماغ میں پھیلاؤ نہیں ہوتا بلکہ وہ جمود و تعطل کا شکار ہو جاتا ہے۔

مطالعے کی برکت سے استعداد اور فہم پیدا ہوتا ہے، اس کے بغیر مضمون اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا ، یہ مفتاحِ استعداد (قابلیت کی کنجی) ہے، اگر مطالعے کی استعداد پیدا ہو گئی تو سبق کو بدونِ استاد کے بھی سمجھ لے گا۔

کتابوں کے مطالعے سے معلومات ٹھوس، دلائل اور بات کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔ کتب بینی اور کتابوں ہی کی بدولت آج دنیا بتدریج راہِ ترقی پر گامزن ہے۔ کسی مفکر کا قول ہے کہ اگر دو دن تک کتابوں کا مطالعہ نہ کیا جائے تو تیسرے دن گفتگو میں شیرینی نہیں رہتی۔ مطالعے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ عادت تنہائی کا بہترین ساتھی ہے جو ہر صورت میں مفید ہے اور وقت کو ضائع ہونے سے بچالیتا ہے۔

مطالعے یا سبق میں جی نہ لگنا

مطالعے یا سبق میں جی نہ لگنا صرف حیلہ، بہانہ ہے اور لاپرواہی کی دلیل ہے۔ جی لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ تصور کرے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جس طرح اگر کسی پر مقدمہ فوج داری کا قائم ہو جائے اور وہ سن لے کہ قانون میں کوئی نظیر میرے لیے مفید ہے تو اگرچہ قانون کے دیکھنے میں جی نہ لگے گا بلکہ سمجھ میں بھی نہ آئے گا مگر جان مارے گا اور دیکھے گا۔ اس وقت یہ نہ ہو گا کہ بجائے قانون کے دلچسپ کتاب مثلاً: ”الف لیلہ“ یا کوئی ناول وافسانہ لے کر کے بیٹھے۔

کسی کام میں جی نہ لگنے کے اسباب

- ○ کاہلی اور سستی
- ○ بڑے کاموں سے فرار
- ○ ناکامی کا خوف اور اندیشہ
- ○ کسی خوشگوار اور مناسب وقت کا انتظار

جبکہ یہ طے ہے کہ ۹۰ (نوّے) فیصد اہم اور شاندار کام مشغولیت اور مصروفیت کے دوران ہی انجام پاتے ہیں۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی سے بھلا عرب و عجم بلکہ پورے عالم کا کون پڑھا لکھا شخص نا واقف ہو گا؟ آپ نے اپنی تمام تر یا اکثر اہم کتابیں ریل گاڑی کے تھرڈ کلاس ڈبے میں دورانِ سفر تصنیف فرمائی ہیں۔

مطالعے کا کیف اور اس کی لذت

طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ روزانہ اگلے پچھلے اسباق کا پابندی سے مطالعہ اپنے اوپر لازم کرلے۔ اس کے علاوہ خارجی کتب کا مطالعہ بھی کرتا رہے۔ اس کے لیے کچھ صفحات کی ایک مقدار طے کرلے اور اس کو پورا کرنے کی پابندی کرے ، حتی الامکان ناغہ نہ ہونے دے، جب اس کی عادت ہو جائے گی تو

علمی ذوق پیدا ہوگا، مطالعہ کرنے میں عجیب کیف اور لذت حاصل ہوگی پھر رات کے سناٹے میں جب لوگ سو رہے ہوں گے، یہ طالب علم اپنی کتابیں لیے مطالعے میں محو ہوگا اور کتاب کو حل کرنے کے درپے ہوگا اور مشکل عبارتیں بڑی محنت و مشقت اور کدو کاوش کے بعد جب حل ہوں گی تو اس پر اس کو جو فرحت حاصل ہوگی اور لذت و سرور کی جو کیفیت پیدا ہوگی وہ الفاظ سے بالاتر ہے، اس کو تو وہی جان سکتا ہے جس کو یہ لذت حاصل ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ رات رات بھر مطالعے کے لیے جاگتے تھے، ان کے سامنے کتابوں کے ڈھیر لگے ہوتے تھے جب ایک فن کی کتابوں سے طبیعت اکتا جاتی تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع کر دیتے تھے۔ مطالعہ ان کی طبیعتِ ثانیہ بن چکا تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ نو سو ننانوے (۹۹۹) کتابیں لکھیں اور قرآن و حدیث اور اجماع سے دس لاکھ ستر ہزار ایک سو مسائل مستنبط کیے۔

جب آپ راتوں کی جاگتے اور کوئی مشکل مسئلہ حل ہوتا تو بڑے مسرت بھرے انداز میں فرماتے: بھلا شہزادوں کو یہ لذت کہاں نصیب ہو سکتی ہے؟

ابو القاسم اسماعیل بن ابی الحسن رحمہ اللہ جو ایک بڑے عالم وفاضل تھے، خلیفہ نوح بن منصور نے جو شاہانِ بنی ساسان سے تھا ، وزارت کی درخواست کرتے ہوئے ایک مرتبہ لکھا کہ: ”میں تمہیں اپنا وزیر بنانا چاہتا ہوں اور ملک کے انتظامات تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔“ تو ابو القاسم نے جواباً لکھا کہ:

”مجھے وزارت سے معاف رکھئے، کتابوں ہی میں
مجھے وزارت کیا بادشاہی کا مزہ آرہا ہے۔“

جب مطالعے کی لذت اور مزہ حاصل ہوجاتا ہے تو پھر مطالعے کے بغیر چین نہیں آتا، جب تک مطالعہ نہ ہو اور مطالعے کے لیے طے کردہ صفحات کی مقدار پوری نہ ہو طبیعت اچاٹ ہی رہتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ کچھ کھو گیا ہے۔ اے کاش! ہمارے طلبہ بھی مطالعے کے اس کیف و سرور سے بہرہ ور ہو جائیں۔

عربی کتب مطالعہ کرنے کا طریقہ

حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خاں صاحب شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مطالعہ طلوع سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں نکلنا اور بابِ مفاعلہ کا ایک خاصہ ہے تعدیہ یعنی متعدی بنانا لہذا مطالعہ بمعنی نکالنا ہوا۔ اور ایک خاصہ باب مفاعلہ کا مبالغہ ہے، اس اعتبار سے مطالعہ خوب نکالنے کے معنی اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

اس لیے نقوشِ کتاب جو پہلے سے ذہن و دماغ پر مختلف وجوہ سے مخفی ہیں ان کے سمجھنے اور جاننے کے لیے مختلف قسم کا غور و فکر کرنا اور فکر و سوچ کی محنت کرنا ضروری ہو گا۔

اور لغت اور صرف کے اعتبار سے سوچنا اور سمجھنا ہو گا کہ کون سا صیغہ ہے اور کیا معنی ہیں؟ دوسری محنت علم نحو اور ترکیب کے اعتبار سے دیکھنا اور

سوچنا ہوگا کہ ترکیب میں کیا واقع ہے؟ اور اعرابی لحاظ سے کس طرح پڑھا جائے؟ تنوین کے ساتھ یا بلا تنوین؟، حرکاتِ ثلاثہ میں سے کس حرکت کے ساتھ پڑھنا صحیح ہوگا؟۔ تیسری فکری محنت یہ ہوگی کہ ماقبل و مابعد کے اعتبار سے ترجمہ کس طرح کرنا صحیح ہوگا اور اس جگہ اس کا کیا مطلب ہوگا؟، مصنف کیا بتلانا اور سمجھانا چاہتے ہیں؟ تو مختلف احتمالات نکالتے ہوئے ان تینوں مرحلوں کو طے کرنے کا نام مطالعہ ہے صرف کتاب کے نقوش پر نگاہ ڈالنا اور بے سوچے سمجھے کیف ما اتفق زبان سے تلفظ کر لینے کا نام ہرگز مطالعہ نہیں، اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے مطالعہ کیا جائے، اس کے لیے جتنا ذہن یکسو ہوگا اتنی ہی سوچ و فکر صحیح ہوگی۔

اس طرح غور و فکر سے کام لینے میں طالب علم کو اول اول تو بہت تعب (تھکن) اور مشقت محسوس ہوگی اور وقت زیادہ خرچ کرنے کے باوجود کام کی مقدار بہت کم ہوگی یعنی کافی دیر میں

ایک آدھ سطر حل ہوسکے گی لیکن کرتے کرتے روز بروز قوت فکریہ میں تیزی و ترقی اور مقدار میں بھی روز بروز اضافہ اور زیادتی ہوتی چلی جائے گی نیز اس طرح مطالعہ کرکے سبق پڑھنے میں لطف اور مزہ بھی آتا چلا جائے گا اور سبق ذہن نشین اور محفوظ رہے گا، علمی استعداد حاصل ہونے اور ترقی کا ذریعہ یہی مطالعہ ہے اس لیے اس پر محنت ضروری ہے، سستی اور آرام طلبی کو اس پر قربان کر دینا چاہیے اور حتی الامکان کوئی سبق بلا مطالعہ نہ پڑھے۔"

(تحفۃ الطلباء والعلماء صفحہ:181،182)

مطالعے کے سلسلے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل دو ہدایتیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں اور انہیں ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے:

"ا-ایک دفعہ دیکھنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ روزانہ مطالعہ دیکھیں، تجربہ شاہد ہے کہ ایک دفعہ کا دیکھا ہوا بہت کم یاد رہتا ہے بلکہ ذہن سے نکل جاتا ہے پس اگر کسی نے ایک دفعہ دیکھ کر کتاب

> کو اٹھا کر طاق میں رکھ دیا تو اس کو دیکھنے سے کیا نفع ہوا؟
>
> ۲- کتابیں دیکھیں، دو چار ورق (صفحات) روزانہ بالالتزام (لازمی طور پر) مطالعہ کریں اور خلجان کے موقع پر خود رائی سے کام نہ لیں بلکہ جس مقام پر شبہ ہو وہاں پنسل وغیرہ سے نشان بنا کر اس وقت اس کو چھوڑ دیں اور جب کبھی ماہر عالم میسر ہو اس سے تحقیق کر کے حل کر لیں یا کسی عالم کے پاس لکھ کر بھیج دیں وہ اس کا مطلب لکھ کر بھیج دے گا۔"

آج کل استفادے کے طریقے متعدد ہو گئے ہیں، فون، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر، سیڈیز وغیرہ نے بڑی سہولت پیدا کر دی ہے، جا بجا مدارس و مراکز قائم ہیں، لائبریریاں اور دار المطالعے ہیں۔

روٹی کھانے کے متعلق ایک موٹا سا اصول ہے کہ ہر لقمہ اچھی طرح چبا کر کھائیں، لعابِ دہن میں اسے خوب حل ہونے دیں تاکہ معدے پر زیادہ بوجھ نہ پڑے اور اس کی غذائیت بر قرار رہے۔

پڑھنے کے لیے بھی موٹا سا اصول ہے کہ ہر لفظ کو، ہر سطر کو، ہر خیال کو اچھی طرح ذہن میں چبائیں، اس لعاب کو جو پڑھنے سے دماغ میں پیدا ہو گا، اچھی طرح حل کر لیں تاکہ جو کچھ پڑھا ہے، اچھی طرح ہضم ہو سکے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس کے نتائج بُرے ہوں گے جس کے لیے لکھنے والے کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ وہ روٹی جو اچھی طرح چبا کر نہ کھائی گئی ہو بد ہضمی کی ذمہ دار کیسے ہو سکتی ہے۔

اسی طرح جو مطالعہ آداب و اصول اور طریقے کا لحاظ کیے بغیر کیا گیا ہو اس کے مفید اور ہضم ہونے کی ضمانت کیسے لی جا سکتی ہے؟

اردو کتابیں، رسالے اور اخبار وغیرہ کیسے مطالعہ کریں؟

بہت خوب! آپ کو مطالعے کا شوق ہے، یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ آپ مطالعہ کرنے کا شوق رکھتے ہیں لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ روزنامہ، ہفت روزہ، ماہانہ رسالے اور کتابیں خرید خرید کر جمع کرتے رہتے ہیں اور ان پر نظر ڈالے کا وقت آپ کے پاس نہیں ہے۔ آپ ہر اخبار اور رسالے کو یہ کہہ کر کہ کل پڑھوں گا ڈھیر بڑھاتے رہتے ہیں، اگر ایسا ہے تو آپ مندرجہ ذیل کام کیجیے:

1. اگر آپ کے پاس ہفت روزہ آتے ہیں اور ہفت روزہ ایک ماہ سے زیادہ پرانے ہو چکے ہیں تو انہیں نکال دیجیے۔
2. اگر کوئی ماہنامہ آپ باقاعدگی سے خرید رہے ہیں لیکن گزشتہ تین چار مہینے سے اسے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی تو اسے خریدنا بند کر دیجیے الا یہ کہ آپ اپنے بجائے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے خرید رہے ہوں۔
3. آپ کوئی رسالہ خریدتے ہیں لیکن اسے یکسوئی سے پورا پڑھنے کا موقع نہیں مل رہا ہے تو جب بھی رسالہ

آئے اسی وقت اس کی فہرست مضامین پر نظر ڈالیے جو مضامین آپ کے مطالعے کے قابل ہوں انہیں فوٹو کاپی کر کے الگ کر لیجئے۔ اور انہیں ایک "مطالعہ فائل - (ReadingFile)"میں رکھ لیجئے۔ یہ مطالعہ فائل آپ اگلے "تجارتی سفر" یا (Businees Trip) "میں اپنے ساتھ لے جایئے۔ اگر آپ تجارتی سفر پر نہیں جاتے تو چھوٹے سفر کے دوران بھی اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں َ۔

4. روزنامہ (اخبار) پڑھتے ہوئے تیزی سے اخبار کی خبروں پر نظر ڈال لیجئے۔ ہر خبر نہ تو آپ کے مطلب کی ہوتی ہے اور نہ وہ دلچسپ ہوتی ہے پھر اکثر خبروں کی شہ سرخیوں ہی میں پوری خبر کا خلاصہ موجود ہوتا ہے اس لیے پوری خبر پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ، سرسری نظر کے دوران جو مضمون یا خبر آپ تفصیل سے پڑھنا چاہتے ہوں اسے اپنی مطالعہ فائل میں رکھ لیجئے پھر بعد میں وقت ملنے پر مثلاً: دورانِ سفر یا دوران استراحت اسے پڑھیے۔

5. جب بھی اخبار یا رسالہ یا کتاب پڑھیں ، اپنے ہاتھ میں سرخ یا نیلا قلم ضرور رکھیئے۔ جب کوئی اہم لفظ یا عبارت

وغیرہ پڑھیں تو اسے قلم کے ذریعے دائرہ کھینچ کر نمایاں کرلیجئے۔ کچھ عرصے میں آپ کے پاس غیر معمولی معلومات کا ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔

کم وقت میں مطالعے کا مؤثر طریقہ

کتاب کا مطالعہ نہ صرف آپ کی شخصیت کو جلا بخشتا ہے بلکہ آپ کی خود اعتمادی کو بھی بڑھاتا ہے اس لیے بھرپور اور کامیاب شخصیت کے لے سنجیدہ کتابوں کا مطالعہ بہت ضروری ہے کم وقت میں کتابوں کا بہتر اور مؤثر مطالعہ کرنے کے لیے درج ذیل نکات کو ذہن نشین کر لیجئے:

- روزانہ کم از کم تیس منٹ یا پندرہ منٹ ضرور کسی کتاب کا مطالعہ کیجئے۔
- ایک وقت میں ایک ہی کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ دو چار کتابیں ایک ساتھ مطالعے میں نہ رکھیئے ورنہ آپ کی معلومات گڈ مڈ ہو جائیں گی۔
- کتاب پڑھتے ہوئے نیلا سرخ قلم اپنے پاس ضرور رکھیئے تاکہ اہم اور یاد رکھنے والے جملوں کو نشان زد کر سکیں، اس طرح آپ جب بھی وہ کتاب دوبارہ اٹھائیں گے آپ کے سامنے کتاب کی اہم باتیں فوراً آجائیں گی۔
- ایسے وقت پڑھیئے جب یکسوئی ہو، شور و شغب یا کسی سے بات کرتے ہوئے پڑھنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔

علمی انحطاط کے اسباب

طلبۂ مدارس میں علمی انحطاط اور استعداد پیدا نہ ہونے کے اہم اسباب اور وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) اخلاص نیت کا فقدان۔

(۲) حقیقتِ علم اور اس کے اہداف و مقاصد اور تقسیم سے ناواقفیت۔

(۳) علم کے مطابق عمل کا نہ ہونا۔

(۴) جہد مسلسل کی ناپیدگی۔

(۵) ادب کا فقدان۔

(۶) سنن، مستحبات حتیٰ کہ بسا اوقات فرائض سے اعراض۔

(۷) وقت کو صحیح طریقے پر استعمال میں نہ لانا۔

(۸) اخلاق حمیدہ سے فرار۔

(۹) صحیح توجہ اور سچی طلب کی کمی یا فقدان۔

(۱۰) ادائیگی حقوق سے صرف نظر۔

(۱۱) مطالعے کی قلت۔

(۱۲) کھیل کود سے از حد دلچسپی۔

(۱۳)موبائیل میں انہماک۔

(۱۴)اساتذہ کی غیبت اور ان پر نقد و تبصرہ۔

(۱۵)فسادانہ اور مفسدانہ بلکہ باغیانہ ذہنیت۔

(۱۶)بازاروں کے طواف اور شاپنگ کا بڑھتا ہوا رجحان۔

(۱۷)بُروں کی صحبت اور دوستی کا مزاج۔

(۱۸)متکبرانہ اور عناد پسند ذہنیت۔

(۱۹)انتظامیہ سے بے جا گلہ اور شکوہ شکایت۔

(۲۰)سہولت پسندی اور راحت طلبی۔

(۲۱)ذہنی وجسمانی صحت و تندرستی کا خیال نہ رکھنا۔

(۲۲)زیب وزینت کی عادت۔

(۲۳) آزادانہ طبیعت اور کسی کی ماتحتی اور سرپرستی قبول نہ کرنا۔

علمی مذاکرہ۔ مطالعے کا ایک ذریعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات ہم ساٹھ ساٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں رہا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہم سے حدیث بیان کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد ہم لوگ آپس میں ان حدیثوں کا مذاکرہ و مرجعہ کیا کرتے تھے اور اس حال میں مجلسِ مذاکرہ سے اٹھتے تھے کہ گویا وہ حدیثیں ہمارے دلوں میں پودے کی طرح جڑ پکڑ گئی ہیں۔

علی بن الحسن بن شفیق رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ ایک رات میں عشاء کی نماز پڑھ کر حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا، شدید سردی کی رات تھی، دروازے پر پہنچ کر ابن مبارک نے ایک حدیث کا ذکر چھیڑا اور ہم دونوں میں اس حدیث پر برابر مذاکرہ و مباحثہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ مؤذن نے آکر فجر کی اذان دیدی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

اصمعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ سب علم کیونکر محفوظ رکھا؟ حالانکہ آپ کے ساتھی بھول گئے۔ کہنے لگے:

”میرے ساتھیوں نے علم کو حاصل کرنے کے
بعد اس کو چھوڑ دیا اور میں برابر اس کا چرچہ کرتا
رہا۔“

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کثرت تفقہ (بہت زیادہ فقہی بصیرت) کا سبب اہل علم سے مذاکرہ و مناظرہ بتایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ امام صاحب جب کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اس وقت بھی ان کا محبوب ترین مشغلہ علمی مذاکرہ ہی رہتا تھا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تو مشہور قصہ ہے کہ مسجد نبوی میں عشاء کے بعد سے ایک مسئلے میں گفتگو شروع کرتے اور صبح کی اذان ہو جاتی، نہ ان میں کوئی طعن و تشنیع ہوتا نہ کوئی اور نامناسب بات۔ (آپ بیتی)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی لکھا ہے کہ فقہاء کے ساتھ فقہ کا مذاکرہ بڑی رغبت اور بشاشت کے ساتھ کرتے تھے، کئی کئی روز کے مسلسل فاقوں کے باوجود اس میں فرق نہ آتا تھا۔

صاحبِ تعلیم المتعلم لکھتے ہیں کہ ہمارے استاد شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں اپنے تمام ساتھیوں پر اس وجہ

سے فوقیت لے گیا کہ تکرار و مذاکرہ کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔

ایک مرتبہ عبد اللہ بن المقفع (کلیلہ و دمنہ کو عربی جامہ پہنانے والے) خلیل بن احمد (علم عروض کے تخلیق کار) کے پاس آئے، دونوں پوری رات علمی گفتگو کرتے رہے، صبح لوگوں نے خلیل سے عبد اللہ کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے: "ان کا علم ان کی عقل سے زیادہ ہے۔" پھر عبد اللہ سے خلیل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو کہنے لگے کہ "ان کی عقل ان کے علم سے زیادہ ہے۔"

ابو ریحان بیرونی رحمہ للہ کی وفات کے وقت اس زمانے کے مشہور فقیہ ابوالحسن ولوالجی ان سے ملنے گئے۔ بیرونیؒ نزع کی حالت میں تھے اور سینے میں گھٹن محسوس کر رہے تھے، اس وقت انہوں نے علامہ ولوالجی سے "جدات فاسدہ (نانیوں)" کے حق میراث کا مسئلہ پوچھا۔ ولوالجی کو رحم آیا، کہنے لگے کہ اس وقت بھی آپ کو فکر پڑی ہے؟ بیرونیؒ نے کہا کہ دنیا سے اس مسئلے سے واقف ہو کر جانا بہتر ہے یا ناواقف رہ کر؟ علامہ ولوالجی نے مسئلے کی وضاحت کر دی اور واپس ہوئے۔ کچھ دور آئے تھے کہ رونے دھونے کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ علامہ بیرونی کا انتقال ہو گیا

ہے۔

مَن طَلَبَ الْعُلُومَ بِغَيْرِ دَرْسٍ
سَيَدْرُكُهَا إِذَا شَابَ الْغُرَابُ

(شعر کا ترجمہ: جو علوم کو بغیر مطالعے کے حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ ایسا ہی محال ہے جیسے کوّے کا سفید ہونا۔)

مطالعے کا ایک نیا طریقہ

کم وقت میں معلومات کا اچھا ذخیرہ جمع کرنے کا ایک سہل اور آسان طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانچ سے دس تک کی تعداد میں طلبہ باہم ایک جماعت بنالیں اور ہر ایک کے ذمہ کوئی کتاب مطالعے کے لیے کر دیں۔

ہر ایک کے ذمہ جو کتاب مطالعے کے لیے کی گئی ہے وہ اس کا بغور مطالعہ کر کے دس بیس صفحات میں تلخیص کرے اور آئندہ نشست میں (جو ہفتے یا عشرے / دس دن کے وقفے کے بعد ہو گی) اپنا ملخص مقالہ سنائے، اس کے بعد دس پندرہ منٹ حسب موضوع اور بقدرِ گنجائش مناقشے کے لیے رکھے جائیں۔

اس طریقے سے بیک وقت کئی کتابوں کی معلومات حاصل ہو جائیں گی اور تحریر و مطالعے کی صلاحیت بھی پروان چڑھے گی۔ دورانِ طالب علمی ہم کئی رفیقوں نے اس طریقے کو اپنایا اور بڑا مفید پایا۔

ہر کتاب مطالعے کے لائق نہیں ہوتی

بغیر تحقیق کے ہر کتاب کا مطالعہ مفید ہونے کے بجائے

نقصان دہ ہوتا ہے، آج کل لوگ کثرت سے یہ غلطی کر رہے ہیں کہ جو کتاب دین کے نام سے دیکھی یا سنی خواہ اس کا مضمون حق ہو یا باطل، خواہ اس کا مصنف ہندو ہو یا عیسائی یا دہری ہو یا مسلمان پھر مسلمان بھی گو صاحبِ بدعت ہی ہو، غرض بلا تحقیق و تفتیش ہر کس و ناکس کی کتاب کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں جبکہ ہر کتاب یا لغت معتبر نہیں ہوتی بلکہ بہت سی کتابوں اور لغات میں مضامین غلط ہوتے ہیں اور اس کے چند نقصانات ہیں:

- بعض اوقات کم علمی کی وجہ سے یہی امتیاز نہیں ہوتا کہ ان میں کون سا مضمون صحیح ہے اور کون سا غلط؟
- نتیجتاً کسی غلط بات کو صحیح سمجھ کر عقیدے یا عمل میں خرابی کر بیٹھتا ہے۔
- بعض اوقات پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر غلط ہے مگر بعض مصنفین کا طرزِ بیان ایسا تلبیس آمیز یا دل آویز ہوتا ہے کہ دیکھنے والا فی الفور اس سے متأثر ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں اپنے پہلے اعتقاد کو ضعیف اور بے وقعت خیال کر کے اُس کو غلط اور اس کو صحیح سمجھنے لگتا ہے۔
- اور بعض دفعہ اس کو گو قبول نہیں کرتا مگر تردد و تذبذب اور

شش و پنج میں پڑ جاتا ہے اور یہ شک دل میں رکھ کر پریشان ہوتا ہے۔

- اور کبھی دوسروں سے تحقیق کرنا چاہتا ہے مگر چونکہ اس میں کچھ غموض ہوتا ہے جس کے ادراک کے لیے اس کا علم اور ذہن کافی نہیں ہوتا اس لیے سمجھ میں نہیں آتا اور لایعنی سوال کر کے دوسروں کو پریشان کرتا ہے اور جواب دینے والوں کو عاجز سمجھ کر ان کے علم یا اخلاق میں تنگی کا حکم لگا کر ان سے بدگمان ہو جاتا ہے۔

اسی لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے راسخ العلم والعمل شخص کو تورات کے مطالعے سے روک دیا باوجودیکہ فی نفسہٖ وہ آسمانی کتاب تھی گو اس میں تحریف بھی ہوگئی تھی پھر مطالعہ بھی تنہا نہ تھا بلکہ خود حضور پرنور ﷺ کو سنا رہے تھے۔ اس میں محرّف حصے کا متعین ہو جانا ظاہر تھا۔ اس کے بعد کسی فساد کے ترتب کا احتمال نہ تھا۔ اس کے باوجود پھر بھی اس مصلحت سے کہ آئندہ کو یہ عمل مفاسد کا دروازہ کھل جانے کا سبب نہ بن جائے، سختی سے منع فرمایا اور بڑی ناخوشی کا اظہار کیا اور آپ کو سخت ناگوار ہوا۔

جب توریت جو آسمانی کتاب تھی لیکن اس میں تحریف کی آمیزش تھی، اس کو دیکھنے سے منع فرمادیا گیا تو جو کتابیں صرف الحاد و زندقہ کی ہوں ان کا حکم ظاہر ہے۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منع فرمادیا گیا تو ہم کیا ہیں۔ اپنی کتابوں کو دیکھئے۔ یہاں تو اتنے علوم ہیں کہ عمر بھر ان کے دیکھنے سے فرصت نہ ملے۔

ناقدانہ و محققانہ اور تقابلی مطالعہ

ناقدانہ اور محققانہ مطالعے کے متعلق حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ”ضرورت ہے کہ ماہرینِ فن اور اہل نقد و نظر کی نگرانی میں ان کا (نئی تحریکوں اور نظاموں) کا مطالعہ کیا جائے اور اسلام کے نظام کی برتری ثابت کی جائے۔ یہ کام مشکل ہے لیکن ضروری ہے۔ اگر یہ مدارس کے اہتمام میں منظم طریقے پر نہ ہوا تو وہ غیر منظم طریقے پر ہو گا۔“

بغیر سنجیدگی و گہرائی کے مدارس میں نئے مطالعے کا بڑھتا ہوا رجحان دیکھ کر اس پر اظہارِ تأسف کرتے ہوئے فرمایا:

”میں عصری مطالعے کا بڑا داعی ہوں مگر بے تکلف کہتا ہوں کہ وہ اس قدر آسان اور سرسری کام نہیں جتنا سمجھ لیا گیا ہے۔ اس کے لیے کتابوں کے صحیح انتخاب و ترتیب پر پوری راہنمائی اور کسی اچھے مشیر کی رفاقت کی ضرورت ہے پھر اس سے پہلے اس کی ضرورت ہے کہ وہ ذہن تیار ہو جائے جو اس مطالعے سے فائدہ اٹھا سکے۔ اگر یہ ذہن صحیح تعلیم و تربیت اور اساتذہ کی صحبت سے تیار ہو گیا تو وہ ہر طرح کی پڑھی ہوئی چیزوں سے کام لے گا اور معلومات کے موادِ خام سے کارآمد مصنوعات اور عظیم نتائج پیدا کرے گا۔“

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”آج کل اسکول و مدارس میں تقابلی مطالعے یا تقابلِ ادیان و مذاہب کے مضمون کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ بھی بغیر کڑی نگرانی اور سخت توجہ کے مضر ہے۔ اہلِ باطل کے اقوال و افعال اور حالات میں گفتگو یا اس پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ

مناظرے کی ضرورت سے کبھی کبھی اگر دیکھنا
پڑے تو ضرورت سے تجاوز نہ ہونا چاہیے کیونکہ
قلب کے لیے سخت مضر ہے اس لیے کہ ان کے
کلام میں ظلمت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس
بزرگوں کی عبارت گو سادی ہو اور عبارت آرائی
بالکل نہ ہو مگر ان کے مطالعے سے قلب میں نور
پیدا ہوتا ہے۔اہلِ باطل کی کتابوں کا اثر بعض
علماء پر بھی ہوجاتا ہے تو عوام کی ان کے
مطالعے سے کیا حالت ہوگی؟ لہذا عوام کو کوئی
کتاب علماء کے مشورے کے بغیر ہرگز نہ دیکھنا
چاہیے۔"

البتہ دوسرے مذاہب کا تقابلی مطالعہ وہی شخص کرسکتا ہے جو جامع ہو اور اپنے مذہب کی پوری معلومات رکھتا ہو۔ عام لوگ جو اپنے مذہب کی پوری معلومات نہیں رکھتے ان کے لیے غیر مذہبوں کی کتابوں کا مطالعہ بہت خطرناک ہے۔ وہ ایسی نازک کتابوں سے اپنا ایمان خراب کرلیتے ہیں۔

غیر علماء کی کتابیں رکھنا ایسا ہی جرم ہے جیسا کہ باغیانہ کتابیں

اپنے گھر میں رکھنا قانونِ سلطنت کی رو سے بڑا جرم ہے اور حکومت ایسے شخص کو سزا دے گی۔

لہذا تفصیل مذکور سے معلوم ہوا کہ مطالعہ صرف مستند و معتبر محققین کی تصنیفات کا رکھے۔ ہر زید، عمر، بکر کی تصنیف کا مطالعہ نہ کرے۔

مطالعہ کس کتاب کا کرے ؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ:

> "جب کسی کتاب کے مطالعے کا ارادہ کرو تو پہلے اس کے نام کو دیکھو، اگر نام ہی اصل مضمون کے مناسب نہ ہو تو اس کو چھوڑ دو۔ پھر تمہید کو دیکھو، اگر وہ کتاب کے مضمون کے مناسب نہیں ہے تو چھوڑ دو، اس کے مطالعے میں وقت ضائع نہ کرو۔ جب نام اور تمہید میں مناسبت دیکھ لو تب آگے پڑھو۔"

(آداب تقریر و تصنیف صفحہ:286،287)

کتاب کی قدر و قیمت کا فیصلہ کیسے کریں؟

کسی کتاب کی اصلی قدر و قیمت اس کے نرخ کی زیادتی یا طباعت کی عمدگی یا اس کے خوبصورت گیٹ اپ میں نہیں بلکہ ان افکار و خیالات پر منحصر ہوتی ہے جو اس کے مشمولات ہوتے ہیں چنانچہ کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ ان افکار و خیالات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو کتاب میں شامل ہوتے ہیں لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ کون سی کتاب اہم افکار اور گرانقدر خیالات پر مشتمل ہے؟

تو کتاب میں موجود افکار کی اہمیت کا اندازہ ہم اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ جس ماحول، مقام اور سوسائٹی میں وہ کتاب منظر عام پر آئی ہے اس سوسائٹی اور وہاں کے ماحول پر کتاب کا کیا اثر مرتب ہوا ہے؟ چنانچہ اگر کسی کتاب کے بارے میں بحث و مباحثہ چھڑ گیا اور لوگ اس کے مداحوں اور مخالفین میں تقسیم ہو گئے تو اس کا مطلب ہے کہ کتاب میں موجود افکار نے اس کے قارئین کو متاثر کیا ہے۔ لیکن اگر کتاب کی اشاعت پر بینڈ لگ گیا یا ضبط کر لی گئی یا اس کی فروخت پر پابندی لگا دی گئی تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے افکار و خیالات اس زمانے کے لیے قبل از وقت یا فرسودہ ہیں یا جس سوسائٹی کے لیے وہ لکھی گئی ہے، اس سے میل نہیں

کھاتے۔ اسی طرح اگر کتاب پر اخبارات نے تبصرے کیے یا اس کے بارے میں مضامین شائع ہوئے تو اس سے بھی کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک اور پہلو جس سے کتاب کی قدر و قیمت کا ثبوت مل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ کتاب میں وارد خیالات و نظریات لوگوں میں فروغ پانے لگیں۔ بعض کتابیں اپنے معاشرے اور زبان سے ہٹ کر ایک نسل سے دوسری نسل اور ایک قوم سے دوسری قوم تک جا پہنچتی ہیں۔ قلمکاروں میں سے کچھ لوگ اس کی تقلید کرنے لگتے ہیں جبکہ کچھ دوسرے اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں اوراس طرح یہ کتابیں لوگوں کے ذہن و دماغ میں گردش کرتی ہیں، یہاں تک کہ وہ ان کی سوچ اور ان کے نفسیاتی و معاشرتی وجود اور ڈھانچے کا اٹوٹ حصہ بن جاتی ہیں۔

مطالعۂ قرآن کریم

قرآن کریم کا مطالعہ کثرت سے کرنا چاہیے کیونکہ وہ کتابِ الٰہی اور تحفۂ ربانی ہے، سراپا ہدایت اور نور ہے، اللہ نے انسانیت کو یہ بہترین سوغات اور تحفہ قیامت تک کے لیے عطا فرمادیا ہے۔ اس کا مطالعہ انسانی ذہن و فکر میں صالح انقلاب پیدا کر دیتا ہے اور

جب آدمی کا جی اس میں لگ جاتا ہے تو انسانی تصنیفات اور تحریریں ، نگارشات اور تقریریں اس کے سامنے ہیچ معلوم ہونے لگتی ہیں۔

"قرآن پاک کے بھرپور مطالعے کے بعد انسان کی زندگی کا رخ بدل جاتا ہے اور اس کی ذہنی، اخلاقی اور روحانی نشوونما صحیح سمت میں ہونے لگتی ہے۔ قرآن پاک کی تعلیمات دنیا و آخرت دونوں کے لیے نعمت کا درجہ رکھتی ہیں۔"

(گلدستہ مضامین و انشاء پردازی صفحہ:46)

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ مطالعۂ قرآن کریم کے بارے میں فرماتے ہیں:

"سنا ہے کہ جب قرآن مجید میں آدمی کا جی لگنے لگتا ہے تو انسانی تصنیفات سے جی گھبرانے لگتا ہے۔ انسانی کتابیں ، انسانی تحریریں، انسانی تقریریں پست اور بے مغز معلوم ہونے لگتی ہیں۔ ادباء اور حکماء اور مفکرین کی باتیں طفلانہ اور عامیانہ نظر آتی ہیں جن میں کوئی گہرائی اور پختگی نہیں معلوم ہوتی۔ سفید کاغذ پر چھپے ہوئے سیاہ نقش و نگار کاغذی پھول معلوم ہوتے ہیں جن کا رنگ ہے

خوشبو نہیں۔ انسان کا علم اتھلا اور خالی معلوم ہونے لگتا ہے اور اس کا دیر تک پڑھنا ذوق اور روح پر بار ہوتا ہے۔ ہر وہ چیز جو علوم نبوت کے سرچشمے سے نہ آئی ہو، مشتبہ اور الفاظ کا طلسم معلوم ہوتی ہے۔ تسکین صرف وحی و نبوت کے راستے سے آئے ہوئے علم سے ہوتی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے دنیا تک پہنچایا اور جو وحی کی زبان میں قرآن مجید اور عربی زبان میں حدیث میں محفوظ ہے۔"

دادیم ترا از منزل مقصود نشان
گرمانہ رسیدیم شاید تو رسی

(شعر کا ترجمہ: منزل مقصود کا نشان ہم نے تم کو دے دیا کہ اگر ہم نہ پہنچیں تو شاید تم ہی پہنچ جاؤ۔)

ہمارا انتخاب کیسا ہو؟

طباعت کی سہولتوں اور تعلیم کی توسیع کے باعث بری بھلی ہر

طرح کی کتابیں چھپ رہی ہیں اور مفید و مضر ہر طرح کے اخبارات اور رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ اس لیے ان کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ مدرسے میں وہی چیزیں آنی چاہئیں جو پاکیزہ، معیاری اور مفید ہوں۔ ان کا انتخاب کسی ایک فرد پر نہیں ڈالنا چاہئے بلکہ مطالعے کا ذوق اور انتخاب کی صلاحیت رکھنے والے مختلف اساتذہ کے مشورے سے ہونا چاہیے۔

انتخاب میں مختلف عمر، ذوق اور صلاحیت کے طلبہ کی دلچسپیاں اور ضروریات نیز مختلف مضامین پیشِ نظر رہنے چاہئیں۔ بڑے بڑے مکتبوں کی طرف سے سال بہ سال کتابوں کی مفصل فہرست شائع ہوتی ہے۔ انتخاب میں ان سے بڑی مدد ملتی ہے۔

(فن تعلیم وتربیت از افضل حسین صاحب صفحہ:317)

کتابوں کا انتخاب اور ترتیب بڑا نازک فن ہے، کتابوں کی تعداد بہت بڑی ہے اور انسان کی عمر بہت محدود اور مختصر۔ اور اس مختصر عمر میں بہت سے مفید کام کرنے ہیں۔ کتابیں مختلف اغراض سے لکھی جاتی ہیں۔ ہر شخص مفید اور کارآمد کتابیں نہیں لکھ سکتا۔ اس لیے ہر چھپی ہوئی کتاب پڑھنے کی نہیں ہوتی اور پڑھنے والی

کتابیں سب کے پڑھنے کی نہیں ہوتیں اور ہر کتاب، عمر کی ہر منزل اور استعداد کے ہر درجے میں پڑھنے کی نہیں ہوتی۔ اس لیے زیادہ علم رکھنے والے خیر خواہ لوگوں سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ تجربہ کار، صاحبِ نظر، اہلِ علم حضرات کے مشورے سے تقسیم و ترتیب کے ساتھ پڑھنا انشاء اللہ بہت مفید اور نتیجہ خیز ہوگا۔

کیونکہ کہتے ہیں کہ ”کوئی پڑھی ہوئی چیز خواہ بھلادی جائے، بے کار و بے اثر نہیں رہتی، اپنا اچھا یا بُرا اثر ضرور کرتی ہے۔“

نوٹ: اس کتاب کے آخر میں ہر فن کی بنیادی کتب کی ایک مختصر سی فہرست دی جارہی ہے۔ اس سے استفادہ کیجئے۔

مطالعہ کسی کی ماتحتی و نگرانی میں کرے

کتاب کا ازخود انتخاب کر کے مطالعہ کرنا نقصان دہ ہے۔ جو کتاب ہاتھ لگ گئی اس کا مطالعہ شروع کر دینا فائدہ مند نہیں ہے بلکہ جس طرح دنیوی معاملات میں مصلحت کے لیے کسی کا تعین کیا جاتا ہے اسی طرح مطالعہ جو ایک دینی معاملہ ہے اس میں بھی کسی کا تعین کرلے۔ پھر جس کا تعین کرلیا ہے، اس کو بغیر دکھائے اور

اس سے بغیر مشورہ کیے کسی کتاب کا مطالعہ ہر گز نہ کرے۔ وہ اجازت دے تو دیکھے اور پڑھے ورنہ رکھ دے۔ اس کی رائے میں مناقشہ نہ کرے کیونکہ ایسا کرنا خلافِ ادب ہے اور فائدے سے محرومی بھی ہے۔

طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے استاد کا پورے طور پر مطیع و فرمانبردار ہو جائے اور استاد کی رائے و تدبیر کا اپنے آپ کو پابند بنالے اور اس کے سامنے ایسا رہے جیسے مریض ماہر طبیب کے سامنے رہتا ہے کہ وہ اپنی دوا اور علاج کے سلسلے میں اس کے مشورے کا پابند رہتا ہے، اس کی پوری بات دھیان سے سنتا ہے اور خوشی سے قبول کرتا ہے۔

اسی طرح اپنے آپ کو استاد کے تابع بنالے، اس کی خدمت کرے، اس کا احترام کرے اور یہ یقین کرلے کہ استاد کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل بنانا عزت کا باعث ہے اور فروتنی کرنا باعثِ فخر ہے اور اس کے سامنے تواضع سے پیش آنا باعثِ وقعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مقولہ ہے کہ "علم کا احاطہ نہیں ہو سکتا، لہٰذا علم میں انتخاب سے کام لو۔" اور آپ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار بڑے معنی خیز اور رہنما ہیں:

مَا اَکْثَرَ الْعِلْمِ وَ مَا أَوْسَعَهٗ
مَنْ ذَا الَّذِی یَقْدَرُ أَنْ یَّجْمَعِهٗ
إِنْ کُنْتَ لَا بُدَّ لَهٗ طَالِبًا
مُحَاوِلًا فَالْتَمِسْ أَنْفَعَهٗ

(شعر کا ترجمہ: علم کی کثرت و وسعت کا کیا ٹھکانہ؟ کون اسے جمع کر سکتا ہے، جب علم حاصل کرنا ہے تو زیادہ سے زیادہ مفید علم کی تلاش کرو۔)

علم کا انتخاب استاد سے کروانا چاہیے

تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ علم کا انتخاب خود اپنی رائے سے نہ کرے بلکہ استاد ہی سے انتخاب کروانا چاہیے۔ اس لیے کہ استاد اپنے طویل تجربے کی بناء پر بہت صحیح انتخاب کرے گا جو شاگرد کی صلاحیت و قابلیت اور اس کے مذاق کے مطابق ہو گا۔

ہمارے شیخ برہان الدین صاحبِ ہدایہ فرماتے تھے کہ پہلے زمانے میں طلبہ اپنے پڑھنے پڑھانے کا معاملہ استاد پر معلق رکھتے

تھے جس کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے تھے اور جب خود انتخاب کرنا شروع کر دیا تو علم سے بھی محروم رہنے لگے۔

استاد کی کیا اہمیت اور اس کا کیا مرتبہ ہے؟ احمد شوقی سے پوچھئے۔وہ فرماتے ہیں:

قُمْ لِلْمُعَلِّمِ وَفِّهِ التَّبْجِيْلَا
كَادَ الْمُعَلِّمُ أَنْ يَّكُوْنَ رَسُوْلاً
أَعَلِمْتَ أَشْرَفَ أَوْ اَجَلَّ مِنَ الَّذِيْ
يَبْنِيْ وَ يُنْشِئُ أَنْفُساً وَ عُقُوْلاً

(شعر کا ترجمہ: کھڑے ہو کر استاد کی تعظیم بجالاؤ،
کیونکہ وہ رسول بننے کے قریب (نائب رسول)
ہے، کیا تم اس سے بزرگ یا برتر کسی کو جانتے ہو
جو عقل وجان کی تعمیر اور پرورش کرتا ہے۔)

بعض امراء کی عادت ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے ڈاکٹر یا حکیم سے پوچھ لیتے ہیں، اسی طرح بعض مریضوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوا بغیر اپنے ڈاکٹر کے مشورے کے نہیں کھاتے۔ مطالعہ جو

عملی، فکری اور روحانی غذا ہے اس کا معاملہ اس سے زیادہ اہم اور نازک ہے۔

کسی کی سرپرستی اور راہنمائی میں مطالعہ کیا جائے حتٰی کہ لغت بھی پوچھ کر دیکھی جائے اور دیکھنے کا طریقہ معلوم کیا جائے۔

حضرت شاہ اقدس وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

”اس زمانے میں مدارسِ عربیہ کے طلبہ میں بھی آزادی آگئی ہے۔ کسی کے تابع رہنا نہیں چاہتے نہ کسی قاعدے قانون کی پابندی کرنا چاہتے ہیں۔ خود بینی، خودرائی کے شکار ہوچکے ہیں، ان کے نزدیک نہ کوئی چھوٹا ہے اور نہ بڑا۔ ان کو کسی کا ادب ہے نہ لحاظ، اپنے نفس کے گھوڑے پر سوار ہیں، جدھر لے جاتا ہے اُدھر چلے جاتے ہیں، گویا ان پر ان کا نفس مستولی ہے، طبیعت ان پر غالب ہے، جو اس کا تقاضہ ہوتا ہے اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر سال باوجود صدہا (سینکڑوں) طلبہ کی فراغت کے کام کے عالم نظر نہیں آتے، نہ تو علمی استعداد معلوم ہوتی

ہے اور نہ عملی قوت وصلاحیت کا پتہ چلتا ہے، غرض
قوتِ علمیہ وعملیہ دونوں ہی کا فقدان ہے تو پھر کام ہو تو
کیسے ہو؟ العیاذ باللہ!(تذکرہ مصلح الامت)"

سرپرست اور مشیر کی مثال وکیل جیسی ہے جس کے یہاں ہمیشہ مقدمات لے کر آتے جاتے ہیں، جیسی وہ عنایت کرے گا دوسرا اناڑی آدمی نہیں کر سکتا۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کی تھی کہ اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لیتے رہا کرو جن کے قلوب اللہ کے خوف سے لبریز ہوں۔

مطالعے کے لیے مشیر یا سرپرست کس کو بنائے؟

کسی ایک عالم، متبع سنت کو اپنا مقتدا اور ہادی بنا لے جو شفیق، خیر خواہ، ہمدرد اور تجربہ کار ہو، اس انتخاب میں بڑے سلیقے کی ضرورت ہے۔ دیکھ بھال کر، خوب سمجھ بوجھ کر کسی ایک کو متعین کیا جائے خواہ تھوڑی دیر لگے پھر اس سلسلے کے جملہ امور میں اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔ البتہ اس سلسلے میں اعلم (زیادہ واقف کار) اَوْرَعُ (زیادہ پرہیز گار) اور اَسَنّ (زیادہ عمر دراز) کو ترجیح

حاصل ہو گی۔

ہدایات برائے نگراں و سرپرست

بازار میں درسی و غیر درسی کتب تو طرح طرح کی ملتی ہیں لیکن مختلف حیثیتوں سے موزوں ان میں بہت کم ہوتی ہیں، طلبہ کے لیے وہی منتخب کی جائیں:

1. جو تعصب و تنگ نظری اور کفر و شرک سے پاک ہوں۔
2. جن سے اعلیٰ نصب العین اور پاکیزہ نظریۂ حیات بنانے، سیرت کو سنوارنے اور خیالات کو بلند کرنے میں مدد ملے۔
3. جن کی زبان سلیس و بامحاورہ، طرزِ بیان شگفتہ اور طالب علم کے لیے دلچسپ اور قابل فہم ہو۔
4. جو عمر، نفسی کیفیات، میالانات و رجحانات اور فطری دلچسپیوں کو ملحوظ رکھ کر لکھی گئی ہوں۔
5. جن کی تیاری میں حالات و ضروریات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہو اور جن کا مواد تجربات و مشاہدات اور روز مرہ کی زندگی سے متعلق اور مربوط کر کے پیش کیا گیا ہو۔
6. جن کے اسباق تجسس ابھارنے، انہیں پڑھنے پر آمادہ کرنے، ان کی توجہ کو کھینچنے اور ان کی دلچسپی کو برقرار رکھنے میں

معاون ہوں۔

حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

"مدارس عربیہ کے طلباء کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ فرماتے تھے کہ کسی کتاب کا سرسری مطالعہ کافی نہیں ہوتا بلکہ اس طرح مطالعہ کریں گویا پوری کتاب کو آپ نے چاٹ لیا ہے، اور فرماتے تھے کہ ہم نے احمد امین کی "فجر الاسلام، ضحی الاسلام اور ظہر الاسلام" کو اتنا پڑھا ہے کہ اس کے صفحات ازبر ہوگئے، اس دور میں جو سرسری مطالعے کی عادت ہوگئی ہے، اس سے مطالعہ کرنے والوں کو کما حقہ نفع نہیں پہنچتا۔" (نقوش و آثارِ مفکرِ اسلامؒ صفحہ: 41)

لیکن اگر عدیم الفرصتی کی وجہ سے کسی کتاب کو بالاستیعاب پڑھنے اور بنظر غائر مطالعہ کرنے کا موقع نہ ملے تو سرسری مطالعہ اور مضامینِ کتاب اور مشمولات کو ایک نظر دیکھ لینا بھی فائدے سے خالی نہیں۔

مطالعے پر ایک عمومی نظر

مطالعے کا ذوق و شوق اور اس میں انہماک قدرت کی جانب سے انسان کے لیے ایک عظیم نعمت ہے۔ اس کے بغیر روحانی ترقی اور علمی استعداد حاصل نہیں ہو سکتی، کوئی بھی شخص اس کے بغیر نہ ترقی کی منازل طے کر سکتا ہے اور نہ کسی مقامِ بلند پر فائز ہو سکتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ طالب علمی کے بعد بھی کتابوں کے مطالعے میں منہمک رہتے تھے اور کبھی تو یہ انہماک اتنا بڑھ جاتا کہ مطالعے کی حالت میں کسی کے سلام کا جواب دینے کے بجائے اس کے لیے دعائے خیر کرنے لگتے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں ایک دفعہ تمام رات امام محمد رحمۃ اللہ کے یہاں رہا، آپ کی ساری رات اس طرح گزری کہ کچھ دیر مطالعہ کرتے پھر لیٹ جاتے پھر اٹھ جاتے اور مطالعہ کرنے لگتے، جب صبح ہوئی تو آپ نے نمازِ فجر پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ ساری

رات باوضو رہے اور جاگتے رہے۔“

(گلدستہ خطوط حصہ اول آخری صفحہ)

حکیم جالینوس سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنے ساتھیوں سے زیادہ حکمت کیسے حاصل کرلی؟ جوب دیا: میں نے کتب بینی کے لیے چراغ پر اس سے زیادہ خرچ کیا جتنا (بیو قوف) لوگ شراب پر خرچ کرتے ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر کا اداریہ

مولانا محمد علی جوہر بعض مرتبہ دس کتابیں پڑھنے کے بعد ایک اداریہ لکھتے تھے اور اگر کوئی مضمون لکھنا ہوتا تو وہ رات اس طرح گزارتے کہ ان کے بستر پر کتابوں، رسالوں اور تراشوں کا ایک انبار لگا رہتا تھا۔

آج کل بدذوقی اور علمی انحطاط کا یہ عالم ہے کہ بغیر مطالعے کے اہتمام کے مضمون لکھ دیا جاتا ہے اسی لیے اس میں کوئی دم نہیں ہوتا اور حیرت و تعجب اس پر ہے کہ ناداں اسے بڑا کمال سمجھتا ہے۔

تصنیف و تالیف کا مذاق

امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے ندوۃ العلماء

کی اصلاحِ نصاب و تعلیم کی مناسبت سے فرمایا تھا:

"تصنیف و تالیف کا مذاق بہت سی چیزوں کا طالب ہے۔ تعلیم و طرزِ تعلیم کے بعد علمی صحبت و مجامع، مذاکرات و مباحثات علمیہ، مطالعہ و نظر، شوق و مزاولت اور سب سے زیادہ کسی مصنف کے زیرِ نظر کام کرنے سے قدرتی قابلیتوں کو تربیت میسر آتی ہے۔ قدیم مدارس میں اس کا سامان ناپید ہے۔ خود مدرسین ہی کو ذوق نہیں۔ تابہ دیگر چہ رسد؟ وسعتِ مطالعہ و نظر کا جب سامان ہی نہ ہو تو دماغ میں استعداد، اخذ و ترتیب و بحث کیونکر کام دے؟ اسی کا نتیجہ ہے کہ صدہا متخرجینِ مدارسِ عربیہ میں دو چار صاحبِ نظر مصنف بھی نظر نہیں آتے۔"

نوٹ: اس سلسلے میں حضرت تھانویؒ کی کتاب "آدابِ تقریر و تصنیف" کا مطالعہ مفید ہو گا۔ "راہنمائے مطالعہ اور مضمون نگاری" اور "آؤ قلم پکڑنا سیکھیں" جیسی کتابوں کا مطالعہ بھی مناسب ہو گا۔

مطالعے پر ایک اہم نوٹ

عمر کے ایک خاص مرحلے تک طالب علم فطرتاً قصوں اور کہانیوں کا خوگر ہوتا ہے، انہیں بغور پڑھتا ہے، بصد شوق یاد کرتا ہے اور بے حد توجہ کے ساتھ ان کے سننے پر کان دھرتا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اکثر و بیشتر وہ ان کتابوں کے انتخاب میں غلطی کر بیٹھتا ہے جنہیں وہ پڑھنا اور ان سے شاندار، دل چھو لینے والا اسلوب اور من موہ لینے والا عمدہ طرز اور قلب کے نہاں خانے میں پیوست ہو جانے والا ڈھنگ سیکھنا چاہتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کسی مکتبے یا لائبریری میں داخل ہوتا ہے اور کتابوں کے ان ذخائر اور الماریوں پر نظر ڈالتا ہے جو رنگ برنگ اور انواع و اقسام کی کتابوں سے بھری پڑی ہیں تو وہ حیران و ششدہ رہ جاتا ہے اور مبہوت کھڑا غور و فکر کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سی کتاب لے اور کون سی چھوڑ دے۔ پھر وہ بغیر غائرانہ نظر ڈالے اور مشتملات پر اچھی طرح غور و فکر کئے اس کتاب کا انتخاب کرتا ہے جس کا ٹائٹل جاذبِ نظر اور پُر کشش ہو یا اس کا عنوان و موضوع اسے

بھائے اور پسند آئے، خواہ اس کے پڑھنے کے لائق ہو یا نہ ہو۔

وہ یہ نہیں جان پاتا کہ یہ قصے اور کہانیاں اپنے اندر عبارتوں میں کیا سقم رکھتی ہیں اور ان کی تراکیب اور ناپسندیدہ اور غیر مناسب کلمات میں کیا کمزوری اور خامی ہے۔ اس کے پیشِ نظر اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا کہ وہ کتاب اس کے ذوق کو اپیل کرتی ہے اور اس کے جذبات سے ہم آہنگ ہے اور اس کا فہم اس کے لئے آسان ہے لیکن وہ اسی کتاب سے ایسی چیزیں سیکھتا ہے جو اس کے اسلوب کو بگاڑ دیتی ہیں۔

اگر اس کی نظرِ انتخاب ایسی کتابوں پر پڑ گئی جو عمدہ اور نازک اسلوب میں تالیف کی گئی ہیں لیکن اس میں ایسے موضوعات چھیڑے گئے ہیں جو اس کے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں تو وہ ان سے بھاگتا اور گریز کرتا ہے کیونکہ وہ انہیں سمجھ ہی نہیں سکتا چہ جائیکہ وہ ان کا چٹخارہ لے اور ان کا صحیح لطف اٹھائے۔ یہ چیز یاس کو کمزور ہمت اور پست حوصلہ بنا دیتی ہے اور اس کے پڑھنے کی دلچسپی ختم کر کے اس کا تعلق اور رشتہ کتابوں اور مکتبوں سے توڑ دیتی ہے۔

چنانچہ شعور کے بلوغ، فکر کی پختگی اور معیار کی بلندی کے

وقت وہ اس غلط انتخاب کے نتیجے میں ان پھلوں سے محروم ہو جاتا ہے جن کی خوشہ چینی وہ سنجیدہ، بامقصد اور علمی کتابوں میں کر سکتا تھا۔

اس لیے ہر طلب علم پر ضروری ہے کہ کسی کتاب کو ہاتھ لگانے اور پڑھنے کے لیے اٹھانے سے پہلے حسبِ ذیل ان چند امور کا خیال رکھے:

1. وہ اپنے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کے لیے کسی کتاب کا انتخاب بغیر اپنے استاد یا مربی کے مشورے کے از خود نہ کرے۔
2. مطالعے کے دوران کتابوں میں آنے والے اشعار، امثال، حِکَم اور ادبی شہہ پارے، بلیغ جملے اور طاقتور و مؤثر عبارتیں یاد کرتا جائے جو قصوں، کہانیوں کے دوران آجایا کرتے ہیں تاکہ انہیں اپنی تحریر و نگارش میں استعمال کر سکے۔
3. کسی بھی کتاب کی ورق گردانی کرتے وقت طالب علم کے لیے یہی مناسب ہے کہ جو بھی خیال اور عمدہ فکر بھا جائے انہیں ساتھ ساتھ نوٹ کرتا جائے۔
4. کسی کتاب کے مطالعے سے جب فارغ ہو تو اپنے پڑھے ہوئے کی تلخیص اپنے اوپر لازم سمجھے۔ اس لیے کہ تلخیص کا کام ہی

تحریری ملکہ کو پروان چڑھانے کا پہلا مرحلہ اور لیاقت و صلاحیت کو جِلا بخشنے کا پہلا اسٹیج ہے۔ اس مرحلے کو عبور کئے بغیر نامور ادباء اور ممتاز انشاء پردازوں کے مقام تک پہنچنا اور ان کی صف میں کھڑا ہونا دشوار ہی نہیں بلکہ خواب و خیال ہے۔

5. تلخیص اپنے استاد یا مربی کے سامنے پیش کرے تاکہ اس کی رائے معلوم کرسکے اور اپنی فکر یا نتیجہ یا اشکال جو پڑھ کر اخذ کیا ہے، ان سب کی تصحیح و تصویب ہوسکے۔

اگر مطالعے کے مذکورہ بالا اصول و آداب کا خیال رکھتے ہوئے مطالعہ کیا جائے گا تو ان شاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا اور طالب علم کو ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور نہ ہی مستقبل میں حسرت و ندامت کا منہ دیکھنا پڑے گا جو بغیر مشورہ از خود انتخاب کرلینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مطالعہ محفوظ کیسے رکھا جائے؟

یہ ایک اہم سوال ہے۔ اکثر طلبہ شکایت کرتے ہیں کہ جب پڑھا ہوا بھول جاتا ہے اور کچھ یاد نہیں رہتا تو پھر مطالعہ کرنے سے کیا فائدہ؟

در اصل یہ ایک بہت بڑی بھول ہے ورنہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انسان کا ذہن کیسٹ کے مانند ہے جو معلومات کو اپنے کسی نہ کسی گوشے میں محفوظ کرلیتا ہے اور ضرورت پڑنے پر سامنے لے آتا ہے۔ اس کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب کوئی علمی مباحثہ پیش آتا ہے، یا س موضوع سے متعلق گفتگو چھڑتی ہے تو دماغ کی ریل(Real)گھوم جاتی ہے اور مطالعے کی ہر بات سامنے آتی جاتی ہے اس وقت آدمی کو مطالعے کا فائدہ محسوس ہوتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ پڑھی ہوئی ہر چیز ہر وقت یا اکثر وقت من و عن محفوظ نہیں رہ سکتی، سوائے ان اقتباسات کے جنہیں حفظ کرلیا جائے، البتہ اس کا خلاصۃ اور نچوڑ یاد رہتا ہے۔

طلبہ کو یہ شکایت عموماً اس لیے ہوتی ہے کہ ان کا مطالعہ غیر مرتب اور ناقص ہوتا ہے۔ کم عمری میں بعض ایسی کتابوں کا

مطالعہ کر لیتے ہیں جو اس عمر میں ان کے پڑھنے کی نہیں ہوتیں۔ کیونکہ ذہن و دماغ اور فکر و نظر محدود اور چھوٹا ہوتا ہے۔ اس لیے اکثر باتیں سر سے گزر جاتی ہیں اور عقل و شعور کی گرفت میں نہیں آتیں اور بسا اوقات تو کچھ بھی پلے نہیں پڑتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔

اسی طرح آدابِ مطالعہ کا خیال رکھے بغیر من مانی مطالعہ یا سرسری مطالعہ بھی اس شکایت کا باعث ہے۔ اس کتاب میں درج شدہ آدابِ مطالعہ اور اس کے طریقۂ کار کے مطابق اگر مطالعہ کر لیا جائے گا تو پڑھا ہوا محفوظ رہے گا اور یہ شکایت یا تو بالکل نہ ہوگی یا اس میں بڑی حد تک کمی آجائے گی۔

ہاں ایک چیز قابلِ ذکر معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ مطالعہ کئی بار کیا جائے اور اس کا خلاصہ بھی لکھا جائے یا کم از کم کتاب بند کر کے ذہن میں پڑھی ہوئی باتوں کا خلاصہ مستحضر کر لیا جائے۔

اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کتاب کو اپنی سہولت کے لحاظ سے کئی حصوں میں تقسیم کر لیا جائے یا ہر باب اور فصل کو الگ الگ کر کے ایک ایک باب اور فصل کو کئی بار پڑھا جائے اور اتنا ہی پڑھا جائے جتنا باآسانی ہضم ہو جائے اور ذہن قبول کر لے۔ آخر

میں کتاب بند کر کے پڑھے ہوئے حصے کا ذہن میں اعادہ کیا جائے ان شاء اللہ یہ طریقہ بہت مفید ثابت ہو گا۔

کیونکہ مطالعے کا تسلسل ہی حافظے کو تیز کرتا ہے اور بغیر مطالعے و مذاکرے کے اہتمام کے نہ علم محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ ہی علمی باتیں دماغ میں مستحضر رہ سکتی ہیں بلکہ اگر مطالعۂ کتب چھوٹ جائے یا تسلسل ٹوٹ جائے تو دماغ میں محفوظ علوم بھی رفتہ رفتہ رخصت ہو جاتے ہیں۔

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ قوتِ حافظہ تیز ہونے کے لیے کیا تدبیر اپنائی جائے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ "کتابوں کا مطالعہ مسلسل جاری رکھا جائے۔" (کہ اسی سے حافظہ مضبوط ہو گا۔)

(ماہنامہ "ندائے شاہی" مراد آباد، جنوری 2005ء)

اسی طرح اگر قوتِ ناطقہ (زبان) قوتِ باصرہ (آنکھ) اور قوتِ سامعہ (کان) تینوں صلاحیتوں کا بیک وقت استعمال ہو تو قوتِ حافظہ اپنا کام کرتی ہے اور پڑھے ہوئے کو محفوظ کر لیتی ہے۔

پڑھنے میں قرأتِ جہریہ سے کام لے یعنی اتنی آواز سے پڑھے کہ خود سن سکے کیونکہ قرأتِ سرّیہ یعنی آہستہ پڑھنا مفکرین

اور بڑے علماء کے لیے ہے۔

تعطیلات کیسے گزاریں؟

طلبہ چاہے مدارس کے ہوں یا عصری درسگاہوں کے، وہ عام طور پر اپنی زندگی کے قیمتی اوقات خاص طور سے تعطیل کے ایام کو یوں ہی ضائع کردیتے ہیں تو آیئے ہم یہ جاننے کی کوشش کریں کہ تعطیلات کو ثمر آور اور کارآمد کس طرح بنایا جائے تاکہ ہم دنیا و آخرت کی کامیابی سے ہمکنار ہوسکیں۔

تعطیلات میں فرصت کی گھڑیاں خوب ہوتی ہیں، ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کے لیے تو زندگی اور وقت آخرت بنانے کے لیے ہی ہے لہذا ہمیں اور بھی زیادہ وقت کی قدر و قیمت کو جان کر اس کو آخرت کی کامیابی کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

تو آیئے ان تعطیلات کے فارغ اوقات کے مشاغل کو جان کر اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ ہماری مدد فرمائے۔

یہ ضروری نہیں کہ تعطیلات میں بھی آپ مکمل طور پر صرف اور صرف تعلیمی کام ہی میں مشغول رہیں بلکہ تعطیلات میں کچھ

تفریحی مشاغل بھی اپنا سکتے ہیں مگر ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رہے کہ کیا آپ جس تفریحی کام میں لگے ہوئے ہیں وہ شرعاً جائز بھی ہے یا نہیں، جو کھیل آپ کھیل رہے ہیں وہ کہیں منکرات کا مجموعہ تو نہیں اور بے معنی اور بے سود تو نہیں؟ یا فرائض و واجبات میں کوتاہی کا ذریعہ تو نہیں؟ اگر شرعاً وہ مشغلہ جائز ہو، بدنی ورزش ہوتی ہو تو فطرت کی تسکین کے لیے آپ کچھ وقت اس میں بھی صرف کر سکتے ہیں مگر زیادہ نہیں۔

وقت کو کام میں لینے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ وقفے وقفے سے اپنے آپ سے سوال کریں: اے نفس! تو نے فارغ وقت میں کیا کیا؟ کیا فرصت کی گھڑی میں کوئی علمی یا بدنی یا مالی یا کوئی بھی مفید اور کارآمد کام کیا؟ اگر نہیں تو استغفار کریں اور فوراً کام میں لگ جائیں۔

اب آئیے تعطیلات کے مشاغل کو پڑھتے چلیں:

1- تلاوتِ قرآن:

قیامت کے دن انسان کو سب سے زیادہ خوشی، زندگی کے ان لمحات پر ہوگی جو عبادت میں گزارے ہوں گے اور عبادت میں سب سے عظیم عبادت نماز کے بعد تلاوتِ قرآن ہے۔ یومیہ حفاظ

طلبہ کو کم از کم ہر نماز کے وقت ایک پارہ اور غیر حفاظ کو آدھا پارہ پڑھنے کا اہتما کرنا چاہیے۔ اور رمضان المبارک میں کم از کم دو قرآن اور ہو سکے تو دس، پندرہ، بیس جتنے زیادہ ہوں مکمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ قرآن کی تفسیر کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیے اور عربی سوم، چہارم، پنجم سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک کے طلبہ کو مسجدوں میں درسِ قرآن اور درسِ حدیث کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔ خاص طور پر عصرِ حاضر میں سورۃ الانعام، سورۃ الحجرات، سورۃ الاعراف وغیرہ کی تفسیر بیان کرنی چاہیے کیونکہ آج امت عقائد سے بھی نابلد ہے اور ان سورتوں میں عقائد سے تفصیلی بحث کی گئی ہے، خاص طور پر اول الذکر میں۔ ساتھ ہی ساتھ کسی نماز کے بعد فقہی مسائل کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔

2-حفظ المتون:

طالب علم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے ہر فن کے کچھ متون یاد ہوں، اگر وقت کو صحیح استعمال میں لایا جائے تو طالب علم

دو ماہ کی اس طویل تعطیل میں متون یاد کر سکتا ہے۔ مثلاً: عقائد میں عقیدۃ الطحاویۃ جو عقائد کے باب میں کلیدی اور بہت مختصر کتاب ہے، اسے یاد کر لے، حدیث میں اربعین نووی، نحو میں ہدایۃ النحو، الفیہ ابن مالک، فقہ میں نور الایضاح، اصول حدیث میں نخبۃ الفکر وغیرہ۔ اگر طالب علم ہر فن کی اہم کتابوں کو حفظ کر لیتا ہے تو اس کے لیے آئندہ بڑی آسانی ہو سکتی ہے اور استعداد انتہائی مضبوط بن سکتی ہے۔ عربوں کے یہاں حفظِ متون کا کافی رواج ہے۔ ہمارے یہاں بالکل نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک اچھی چیز ہے۔

3-اصلاحِ معاشرہ:

عام طور پر طالب علم کو دورانِ تعلیم مدرسے میں لوگوں کو اصلاح کی طرف بلانے کا موقع نہیں ملتا لہٰذا تعطیلات کو غنیمت جان کر لوگوں کو بھلائی کی دعوت دے، برائی سے روکے، اپنی بستی اور اپنے اطراف کی بستیوں میں بھی اس کے لیے کوشاں ہو، مگر اخلاصِ نیت کے ساتھ۔ اس کام کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں:

(الف) مساجد میں تقریر کے ذریعے۔

(ب)نوجوانوں کو الگ سے جمع کر کے۔

(ج) علاقائی زبان میں اسلامی کتابوں کو تقسیم کر کے۔

(د) علماء کے بیانات کی سیڈیاں اور کیسٹیں تقسیم کر کے۔

4-کمزور مضامین پر محنت:

بہت سے طلبہ ایسے ہوتے ہیں جن کے بعض مضامین بالکل کمزور ہوتے ہیں۔ مثلا: نحو ، صرف ، بلاغت وغیرہ تو ان کمزور مضامین کی کمزوری کو دور کرنے کا بھی تعطیلات سنہرا موقع ہیں، کیونکہ سال بھر دیگر درسی مصروفیات کی وجہ سے ان پر توجہ نہیں ہو پاتی اور آئندہ بھی امکان کم ہوتا ہے لہذا اپنی اس کمزوری کو تعطیلات میں محنت کر کے دور کرنے کی کوشش کریں۔عام طور پر ہمارے زمانے میں طلبہ کی نحو، صرف،اصولِ فقہ، منطق،ریاضی ، انگریزی، بلاغت ، املاء کمزور ہوتے ہیں لہذا ان کی جانب خاص توجہ دینی چاہیے۔

5-آئندہ سال کی تیاری:

طالب علم کو چاہیے کہ رمضان میں گھر جانے سے پہلے اپنی

آئندہ سال کی کتابیں اگر ممکن ہو تو سب ورنہ ان میں سے چند اہم خرید لے اور تعطیلات میں اس کو دیکھنا شروع کر دے تاکہ رمضان کے بعد پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری نہ ہو ورنہ بعض مرتبہ لمبی تعطیل میں تعلیم و تعلم اور مطالعے سے کٹ جانے کی وجہ سے دل پڑھنے میں نہیں لگتا اور طالب علم کچھ دنوں بعد مدرسے سے راہِ فرار اختیار کر لیتا ہے۔

6-صالحین کی صحبت:

تعطیلات میں صلحاء، علماء اور اتقیاء کی مجلسوں میں حاضری دے اور ان کی صحبت میں کچھ عرصہ گزارے، ہو سکے تو خانقاہ میں یا جماعت میں کچھ مدت لگا دے تاکہ باطن کا تصفیہ ہو سکے۔

8-از خود عبادات کی عادت:

عام طور پر ہر مدرسے میں طلبہ کو جگانے اور اٹھانے کے لیے نگران حضرات ہوتے ہیں جو نماز وغیرہ پر نگرانی رکھتے ہیں، خصوصاً صبح میں بیدار کرتے ہیں، نماز نہ پڑھنے پر سزا بھی ہوتی ہے، اس لیے بہت سے طلبہ عبادت میں اضطراراً (بدرجہ مجبوری) مشغول ہوتے ہیں، تعطیلات میں خود سے اپنے اوپر محنت کر کے صبح اذان سے پہلے اٹھنے کی عادت ڈالیں، تمام اوقات میں وقت

سے پہلے مسجد میں آنے کی کوشش کریں اور مسجد میں آکر ذکر واذکار یا تلاوت میں مشغول ہو جائیں۔ تہجد، چاشت، اشراق، پیر اور جمعرات کے روزے وغیرہ کی عادت ڈالیں تو اس سے جہاں خود کا فائدہ ہے وہیں عوام پر بھی اس کا اچھا اثر پڑے گا۔

8-مضمون نگاری:

تعطیلات میں طالب علم کو مقالات و مضامین لکھنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ لکھنے کا ذوق پیدا ہو، کم از کم روزنامچہ ہی لکھے۔

9-مشہور و نامور قرآء کی کیسٹیں سننا:

تعطیلات میں عمدہ قرآن پڑھنے والے مشہور قرآء کی کیسٹیں سن کر اچھے لہجے میں قرآن پڑھنے کا اپنے آپ کو عادی بنائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ" (قرآن کو عربی لب و لہجے میں پڑھو۔)

10-دعاؤں کا اہتمام:

دعاء عبادتوں کا مغز ہے، عام طور پر ہمارے طلبہ دعاء سے گھبراتے اور کتراتے ہیں بلکہ بوجھ سمجھتے ہیں حالانکہ دعاء ایک طالب علم اور عالم ہی نہیں بلکہ مسلمان کی زندگی کا جزء لاینفک

(ایسی چیز جو کبھی جدا نہ ہو)ہونا چاہیے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت دعائیں کیا کرتے تھے، مغرب سے بیس منٹ قبل مسجد میں آکر دعاء میں مشغول ہونے کا عادی بننا چاہیے۔

اسی طرح تہجد میں اٹھ کر، نمازوں کے بعد، تلاوت کے بعد، اپنے لیے ، امت کے لیے ، اپنے مرحومین کے لیے ، عافیت ، سلامتی اور مغفرت کی دعائیں کرنی چاہئیں۔ اپنے والدین کے لیے ، اپنے بھائی بہنوں کے لیے، اپنے اساتذہ کے لیے، اپنے مدرسے کے لیے ، اسی طرح تمام مریضوں ، مقروضوں اور ضرورت مندوں کے لیے دعاء کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعاؤں کا عادی بنائے۔(آمین یارب العالمین)

"تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" (یہ دس کام تھے) جو طلبہ کو تعطیلات سود مند بنانے کے لیے ضرور بجالانا چاہئیں۔ امید ہے کہ طلبہ ضرور اس پر عمل پیرا ہوں گے۔

تعطیلات میں کیا نہ کریں؟

طلبہ کو تعطیلات میں ہر ایسے کام سے اجتناب کرنا چاہیے جو بے سود، بے کار، لغو اور بے ہودہ ہو، اللہ کی ناراضگی یا معصیت یا

اس کا سبب ہو مثلاً: گانے سننا، فلمیں دیکھنا، بازاروں میں چکر کاٹتے رہنا، کثرت سے سونا، کھیل کود میں اکثر اوقات ضائع کرنا، برے دوستوں سے یاری کرنا اور ان کے ساتھ محفلیں جمانا، راتوں کو جاگنا اور بے سود باتوں اور غیبت، ہنسی مذاق میں وقت ضائع کرنا، پان، گٹکا، تمباکو وغیرہ کی عادت ڈالنا، ٹیلی فون اور موبائیل پر لمبی لمبی باتیں کرنا، موبائیل گیم کھیلنا، بد نظری کرنا، ٹی وی سیریل وغیرہ یا ٹی وی پر کرکٹ میچ یا کوئی بھی ناجائز پروگرام دیکھنا، اخبار بینی میں اپنا وقت ضائع کرنا، ناول، افسانے یا کہانی وغیرہ بے فائدہ کتابوں کا مطالعہ کرنا، فحش تصاویر والے میگزین کو دیکھنا، کرکٹروں، فلم اسٹاروں کے انٹرویو اور سوانح پڑھنا، تفریح گاہوں مثلاً: سمندر کے کنارے، چڑیا گھروں میں وقت ضائع کرنا، جادوگرانہ کرتوتوں اور میلے وغیرہ میں شرکت کرنا، فضول اسفار کرنا، راستوں اور چوراہوں پر چکر لگاتے رہنا یا بیٹھنا، یہ سب کارہائے معاصی (گناہوں کے کام) ہیں۔ ایک صالح اور نیک بخت طالب علم کے لیے یہ چیزیں کسی صورت میں مناسب نہیں اور نہ ہی زیب دیتی ہیں بلکہ "خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ" (دنیا اور آخرت کی ناکامی) کا مصداق ہیں۔

خلاصہ یہ کہ معصیت اور فضول کاموں میں اپنے قیمتی اوقات اور فانی زندگی کے لمحات کو ضائع کرنا، اپنے آپ کو ضائع کرنے اور جہنم کی طرف دھکیلنے کے مترادف ہے۔ لہذا "فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ" (جو جہنم سے ورے یعنی دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً کامیاب ہو گیا) کو پیشِ نظر رکھ کر تعطیلات بسر کرے، آج ہی عزم مصمم کر لیں، اللہ ہم کو توفیق عطا فرمائے، ہمیں اپنی مرضیات پر چلا کر، نامرضیات سے بچائے اور دنیا و آخرت میں ہمارے لیے عافیت، سلامتی اور سرخ روئی مقدر فرمائے۔ (آمین یارب العالمین۔)

دھیان سے پڑھئے!

ادبی کتابوں کو غور سے پڑھیں اور ان کی عبارتوں کو زبان سے ادا کریں۔

- اچھے جملے، محاورے اور حکمت کی باتیں دو تین بار پڑھیں اور ہو سکے تو نوٹ کر لیں۔
- کتاب کے آخر میں مطالعے کا خلاصہ اپنے ذہن میں تازہ کر لیں یا اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیں۔
- اگر تفصیلی مطالعے کا موقع نہ ملے تو کم از کم کتاب کی فہرست اور مقدمہ ضرور پڑھ لیں۔
- کتاب پڑھ کر اس کے بارے میں اپنی رائے ضرور قائم کریں۔

(مولانا نذر الحفیظ ازہری)

کیا پڑھیں؟

حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "ہر فن کی کوئی مختصر، جامع اور عام فہم کتاب ضرور پڑھ لینی چاہیے۔"

اس لیے یہاں مختصر و مفصل اور آسان و مشکل کے لحاظ سے چند فنون کی کچھ اہم کتابوں کی ایک مختصر فہرست دی جارہی ہے۔ امید ہے کہ یہ فہرست ذہن سازی کرنے اور فن سے واقفیت کرانے نیز اس کے متعلق تمام گوشوں کو سمیٹنے میں بنیادی کردار ادا کرے گی لیکن اپنے مُشرِف (نگران) کے مشورے سے ہی پڑھیں۔

عقائد		
نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	عقائد الاسلام	شاہ ولی اللہ دہلویؒ ترجمہ: مفتی محمد خلیل خاں برکاتی
2	قبلہ نما	مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

3	اسلامی عقیدے	شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ترجمہ: مولانا انظر شاہ مسعودیؒ
4	اسلامی عقیدے	مولانا عبد السلام بستویؒ
5	عقائدِ علمائے دیوبند اور حسام الحرمین	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا محمد منظور نعمانیؒ
6	عقیدۃ الاسلام	علامہ انور شاہ کشمیریؒ
7	عقائد الاسلام	مولانا عبد الرحمٰن نگرامیؒ
8	العقیدۃ الاسلامیۃ	اما حسن البنا شہیدؒ
9	الایمان والحیاۃ	دکتور یوسف القرضاوی
10	تقویۃ الایمان	شاہ اسماعیل شہیدؒ
11	اسلام کے تین بنیادی عقائد	مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ

اصولِ تفسیر

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	مطالعۂ قرآن کے اصول ومبادی	مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ
2	علوم القرآن	مفتی محمد تقی عثمانی
3	قرآن فہمی کے بنیادی اصول	مولانا ابو الاعلی مودودیؒ

4	الروض النفیر شرح الفوز الکبیر	مولانا حنیف گنگوہی
5	الفوز العظیم	ابو محمد خورشید انور قاسمی

تفسیر

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	تفسیرِ عثمانی	مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
2	بیان القرآن	حضرت تھانویؒ
3	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
4	ترجمان القرآن	مولانا ابو الکلام آزادؒ
5	تفسیر ماجدی	مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ
6	روح القرآن	مولانا عبد السلام قدوائی ندویؒ
7	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ
8	قرآنی افادات	مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ
9	قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟	مولانا محمد منظور نعمانیؒ
10	قرآن آپ سے مخاطب ہے	مولانا محمد الحسنیؒ
11	امانت کا قرآنی تصور	مولانا سید سلمان حسنی ندوی
12	قرآن کریم تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا معجزہ	مولانا رعبد اللہ عباس ندویؒ

13	تاریخ القرآن	مفتی عبد اللطیفؒ
14	ارض القرآن	علامہ سید سلیمان ندویؒ
15	تدوین القرآن	مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
16	قرآن اور علم جدید	ڈاکٹر محمد رفیعؒ
17	قرآن کا دعوتی نظام صلاح و اصلاح	مولانا عبد الباری ندویؒ

اصول حدیث

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	آئینہ اصولِ حدیث	مفتی انعام الحق قاسمی
2	رہبرِ علم حدیث	مولانا الطاف حسین نقشبندی
3	مبادیاتِ حدیث	مفتی احمد خانپوری
4	حدیث کا دینی معیار	مولانا محمد تقی امینیؒ
5	مفتاح الحدیث	مفتی عبد الجلیل قاسمی
6	مطالعۂ حدیث کے اصول و مبادی	مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ
7	مقدمۂ علمِ حدیث	مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ
8	خیر الاصول فی حدیث الرسول	مولانا خیر محمد جالندھریؒ
9	اصطلاحاتِ اصولِ حدیث	مفتی محمد مصطفیٰ مفتاح

10	رسالہ اصول حدیث	اقبال احمد
11	قاموس اصطلاحات علم الحدیث	ڈاکٹر ساجد الرحمٰن
12	علوم الحدیث	مولانا عبید اللہ اسعدی

حدیث

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	حجیتِ حدیث	مفتی محمد تقی عثمانی
2	حدیث کا بنیادی کردار	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
3	حدیث نبوی کے چند اسباق	مولانا سید سلمان حسینی ندوی
4	معارف الحدیث (مکمل)	مولانا محمد منظور نعمانیؒ
5	زادِ سفر (اول، دوم)	سیدہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہؒ
6	ترجمان السنۃ	مولانا بدر عالم میرٹھی
7	تحقیق معنی السنۃ	علامہ سید سلیمان ندویؒ
8	خصائلِ نبوی شرح شمائل ترمذی	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
9	اخلاق و شمائلِ نبوی	مولانا سید سلمان حسینی ندوی
10	تدوین حدیث	مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
11	تاریخ تدوینِ حدیث	مولانا عبدالرشید نعمانیؒ

فقہ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	فقہ اسلامی، تعارف اور تاریخ	مفتی فہیم اختر ندوی
2	تاریخ فقہ اسلامی	مولانا عبد السلام ندویؒ
3	تاریخ علم فقہ	مفتی عمیم الاحسان
4	فقہ اسلامی	مولانا مجیب اللہ ندویؒ
5	اسلامی فقہ	مولانا محمد یوسف اصلاحی
6	فقہ السنۃ	عاصم الحدادؒ
7	اغلاط العوام فی باب الاحکام	مولانا اشرف علی تھانویؒ
8	اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب و حدود	مفتی محمود حسن گنگوہیؒ
9	قانونِ اسلامی کا ارتقاء	مولانا سید سلمان حسینی ندوی
10	راہِ اعتدال	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
11	خواتین کے احکام	ڈاکٹر عبد الحی
12	بچوں کے احکام و مسائل	فیصل احمد ندوی
13	گلدستِ علم و نظر	مولانا برہان الدین سنبھلی

14	موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل	مولانا برہان الدین سنبھلی
15	معاشرتی مسائل	مولانا برہان الدین سنبھلی
16	فقہی اختلافات اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا موقف	مفتی فہیم اختر ندوی
17	فقہ حنفی کے اصول و ضوابط	مفتی محمد زید مظاہری ندوی
18	اجتہاد اور تقلید کا آخری فیصلہ	مفتی محمد زید مظاہری ندوی
19	جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
20	اسلام میں نومولود بچے کے احکام و مسائل	ناصح علوان
21	اسلام میں حلال و حرام	ڈاکٹر یوسف القرضاوی
22	حلال و حرام	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اصول فقہ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	آسان اصولِ فقہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
2	اصولِ فقہ	مفتی عبید اللہ اسعدی
3	تسہیل اصولِ فقہ	مفتی عبید اللہ اسعدی

4	مختصر الاصول	مولوی نجم الغنی خاں رامپوری
5	امداد الاصول	مولانا مہربان علی بڑوتوی
6	اصولِ فقہ اسلامی	ڈاکٹر طٰہٰ جابر فیاض علوانی
7	فقہ میں اجماع کا مقام	مفتی محمد رفیع عثمانی
8	اصولِ شرعِ محمدی (3-1)	مترجم: مولوی سید علی رضا

سیرت

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	رحمۃ للعالمین	قاضی سلیمان منصور پوریؒ
2	درِ یتیم	مولانا ماہر القادریؒ
3	سیرتِ رسولِ اکرم	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
4	نبیٔ رحمت	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
5	یتیم کا راج	مولانا عبد الماجد دریابادیؒ
6	محسنِ انسانیت	محمد نعیم صدیقی
7	النبی الخاتم	مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
8	مردوں کی مسیحائی	مولانا عبد الماجد دریابادیؒ
9	مقالاتِ سیرت	ڈاکٹر محمد آصف قدوائیؒ
10	خطباتِ مدراس	علامہ سید سلیمان ندویؒ

11	الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ
12	کاروانِ مدینہ	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
13	سیرۃ النبی	علامہ شبلی نعمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ
14	اسوۂ حسنہ کے آئینے میں	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
15	تاریخِ تدوینِ سیرت	ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندویؒ
16	رہبرِ انسانیت	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

سوانح

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	خلفائے راشدین	مولانا عبد الشکور فاروقیؒ
2	خلافتِ راشدہ	مولانا غلام رسول مہرؒ
3	اسوۂ صحابہ	مولانا عبد السلام ندویؒ
4	سیرتِ صحابہ کے چند نقوش	مولانا عبد اللہ عباس ندویؒ
5	محدثینِ عظام	ڈاکٹر تقی الدین مظاہری ندویؒ
6	تذکرۃ المحدثین	مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ
7	تذکرۃ الشیخین	مولانا ابو سحبان روح القدس ندوی
8	امام بخاری اور ان کی جامع صحیح	مولانا سید سلمان حسینی ندوی
9	سیرتِ ائمہ اربعہ	مولانا رئیس احمد جعفری ندویؒ

10	المرتضیٰ	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
11	الفاروق	علامہ شبلی نعمانیؒ
12	سوانحِ مولانا روم	علامہ شبلی نعمانیؒ
13	النعمان	علامہ شبلی نعمانیؒ
14	الغزالی	علامہ شبلی نعمانیؒ
15	سیرتِ ٹیپو سلطان	مولانا محمد الیاس ندوی
16	تذکرہ شاہ علم اللہ حسنی	مولانا محمد الحسنیؒ
17	سیرتِ سید احمد شہید	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
18	مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
19	تذکرۂ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
20	سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
21	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی	مولانا محمد ثانی حسنی ندویؒ
22	نقشِ حیات	مولانا حسین احمد مدنیؒ
23	پرانے چراغ	مولانا محمد الیاس ندوی
24	معاصرین	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

25	سیرتِ مولانا محمد علی مونگیریؒ	مولانا محمد الحسنیؒ
26	بڑوں کا بچپن	مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ
27	آپ بیتی	مولانا عبد الماجد دریابادیؒ

تاریخ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	مختصر تاریخ اسلام	مولانا غلام رسول مہرؒ
2	تاریخِ اسلام	مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ
3	تاریخِ اسلام (مکمل)	مولانا اکبر شاہ نجیب آبادیؒ
4	مختصر تاریخِ ہند	مولانا سید ابو ظفر ندویؒ
5	تحریک آزادی اور مسلمان	مولانا اسیر ادرویؒ
6	علمائے ہند کا شاندار ماضی	مولانا محمد میاں دہلویؒ
7	آزادئ ہند — حقیقت یا سراب	مولانا سید سلمان حسینی ندویؒ
8	بابری مسجد، تاریخی پس منظر	سید صباح الدین عبد الرحمٰنؒ
9	تاریخِ اخلاقِ یورپ	لیکی ترجمہ: مولانا عبد الماجد دریابادیؒ
10	معرکۂ مذہب و سائنس	ڈریپر ترجمہ: مولانا ظفر علی خاںؒ

11	داستانِ تاریخِ اردو	سید عابد حسین قادری
12	تاریخِ ادبِ اردو	ڈاکٹر جمیل جالبیؒ
13	اردو تنقید کی تاریخ	مسیح الزماں
14	تاریخِ دعوت و عزیمت	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
15	تحریکِ آزادی میں علماء کا کردار	مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی

دینیات

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	دستورِ حیات	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
2	اسلام کا تعارف	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
3	اصلاح الرسوم	مولانا اشرف علی تھانویؒ
4	اسلام کیا ہے؟	مولانا محمد منظور نعمانیؒ
5	سچی باتیں	مولانا عبد الماجد دریابادیؒ
6	دین و شریعت	مولانا محمد منظور نعمانیؒ
7	تراشے	مفتی تقی عثمانی
8	اسلام کے بنیادی احکام	مولانا اشرف علی تھانویؒ
9	اسلام کی انسانیت نوازی	مفتی محمد سلمان جونپوریؒ
10	اسلام کا نظریۂ جنگ	مولانا ابوالکلام آزادؒ

11	تجدیدِ تعلیم و تبلیغ	مولانا عبد الباری ندویؒ
12	نظام صلاح و اصلاح	مولانا عبد الباری ندویؒ
13	تجدیدِ دین کامل	مولانا عبد الباری ندویؒ
14	اصلاحِ معاشرہ	مولانا بلال عبد الحی حسنی ندویؒ

اردو ادب

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	تعمیری ادب (نثر)	افضل حسینؒ
2	تعمیری ادب (نظم)	افضل حسینؒ
3	مضامینِ عبد الماجد	مولانا عبد الماجد دریابادیؒ
4	مضامین آزاد	مولانا ابو الکلام آزادؒ
5	نشریاتِ ماجدی	مولانا عبد الماجد دریابادیؒ
6	مقالاتِ شبلی	علامہ سید سلیمان ندویؒ
7	نقوشِ سلیمانی	علامہ سید سلیمان ندویؒ
8	انشائے ماجدی	مولانا عبد الماجد دریابادیؒ
9	طنز و مزاح	مشتاق احمد یوسفی
10	نگارشات	مولانا عبد اللہ عباس ندویؒ
11	مقدمۂ شعر و شاعری	مولانا الطاف حسین حالیؒ

12	موازنۂ انیس و دبیر	علامہ شبلی نعمانیؒ
13	اذانِ بت کدہ (طنز و مزاح)	ابوالخیال فرضی
14	مسجد سے میخانے تک	مولانا محمد عامر عثمانیؒ
15	پطرس کے مضامین	پطرس بخاری
16	بالِ جبریل	علامہ اقبالؒ
17	ضربِ کلیم	علامہ اقبالؒ
18	بانگِ درا	علامہ اقبالؒ
19	گلِ رعنا	مولانا حکیم عبدالحی حسنیؒ

مختلف فنون

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	یادِ رفتگاں	علامہ سید سلیمان ندویؒ
2	نقوشِ رفتگاں	مفتی محمد تقی عثمانی
3	نقوشِ راہ	سید قطب شہیدؒ
4	مکتوباتِ ماجدی	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
5	مشاہیر کے خطوط	علامہ سید سلیمان ندویؒ
6	سفرِ حجاز	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
7	مکتوباتِ مفکرِ اسلام	مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندویؒ

8	ماہر القادری کے تبصرے	طالب الہاشمیؒ
9	سماج کی تعلیم وتربیت	مولاناسید محمد رابع حسنی ندوی
10	امتِ مسلمہ	مولاناسید محمد رابع حسنی ندوی
11	حالاتِ حاضرہ اور مسلمان	مولاناسید محمد رابع حسنی ندوی
12	جادۂ فکر و عمل	مولانا محمد الحسنی ندویؒ
13	دعوتِ فکر و عمل	مولاناسید ابوالحسن علی ندویؒ
14	نقوشِ فکر و عمل	مولانا امین الدین شجاع الدین
15	طوفان سے ساحل تک	محمد اسد
16	مسلم پرسنل لاء اور اس کا عائلی نظام	ڈاکٹر شمس تبریز خاں
17	مغربی میڈیا اور اس کے اثرات	مولانا نذر الحفیظ ازہری ندوی

ادب عربی

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	القصص العربية	كامل كيلانی
2	القصص الادبية	عطيه ايراشي
3	العبرات	للمنفلوطي

4	النظرات	للمنفلوطي
5	صور و خواطر	علي طنطاوي
6	روائع إقبال	ابو الحسن علي الندوي
7	الطريق الى المدينة	ابو الحسن علي الندوي
8	قصص من التاريخ الإسلامي	علي طنطاوي
9	ذكريات	علي طنطاوي
10	حياتي	احمد أمين
11	كتاب الحيوان	جاحظ
12	البيا و التبيين	جاحظ
13	الأغاني	أبو الفرج أصفهاني
14	المثل السائر	ابن الأثير
15	فقه اللغة	للثعالبي
16	الفروق اللغوية	أبو هلال العسكري
17	مصادر الأدب العربي	محمد واضح الرشيد الندوي
18	أعلام الأدب العربي	محمد واضح الرشيد الندوي
19	لغتنا العربية	عبد المقيت قاضي الندوي
20	اللغة العربية الوظيفية	بروفيسر شفيق احمد الندوي

سفرنامے

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	سفر نامۂ افغانستان	علامہ سید سلیمان ندویؒ
2	مبارک سفر	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
3	سفر نامۂ ابنِ بطوطہ	ابنِ بطوطہ مترجم: سید رئیس احمد جعفری
4	جہانِ دیدہ	مفتی تقی عثمانی
5	دنیا مرے آگے	مفتی تقی عثمانی
6	اندلس میں چند روز	مفتی تقی عثمانی
7	ناقابلِ یقین جاپان اور چین	مولانا محمود الرحمٰن فاروقی ندوی
8	سفر نامۂ مصر و شام	مولانا فیصل احمد ندوی
9	دہلی اور اس کے اطراف	علامہ حکیم عبدالحی حسنیؒ
10	شرقِ اوسط کی ڈائری	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
11	دریائے کابل سے دریائے یرموک تک	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
12	دو ہفتے ترکی میں	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
13	ایک ہفتہ ریاستِ میسور میں	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

14	اپنے گھر سے بیت اللہ تک	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
15	سفر حجاز	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
16	دو مہینے امریکہ میں	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
17	سمرقند وبخارا کی بازیافت	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
18	سفر نامۂ اسیر مالٹا	مولانا حسین احمد مدنیؒ

مناظرہ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	بریلوی فتنے کا نیا روپ	مولانا محمد عارف سنبھلی ندویؒ
2	عیسائیت کیا ہے؟	مفتی تقی عثمانی
3	قادیانیت۔ تحلیل وتجزیہ	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
4	بائبل سے قرآن تک (اظہار الحق کا ترجمہ)	مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ
5	انوار الحسنات فی رد البدعات	مولوی غلام احمد سنبھلی
6	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	صلاح الدین محمد الیاس برنی
7	قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ	مولانا محمد منظور نعمانیؒ
8	قاتلانِ حسین کی خانہ تلاشی	مولانا عبدالشکور فاروقیؒ

9	تحقیق و انصاف کی عدالت میں مظلوم اہلِ بیت کا مقدمہ	سید حسین موسوی
10	رضاخانیت کی ننگی تصویر	محمد صدیق اترانوی
11	شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ	مولانا محمد منظور نعمانیؒ

فکر اسلامی

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	تاریخِ فکر اسلامی	مولانا محمد اجتباء ندویؒ
2	تاریخِ افکارِ اسلامی	راغب الطباخؒ
3	معجزاتِ انبیاء اور عقلیاتِ جدیدہ	مولانا عبد الباری ندویؒ
4	مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
5	انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
6	ارکانِ اربعہ	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
7	جادہ ومنزل	سید قطب شہیدؒ

مواعظ و خطبات

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	خطباتِ حکیم الامت	مولانا اشرف علی تھانویؒ
2	تسہیل المواعظ	مولانا اشرف علی تھانویؒ
3	خطباتِ مدراس	علامہ سید سلیمان ندویؒ
4	خطباتِ فقیر	پیر ذوالفقار احمد نقشبندی
5	خطباتِ عثمانی	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
6	خطباتِ سیرت	مولانا سید سلمان حسینی ندویؒ
7	اصلاحی خطبات	مفتی محمد تقی عثمانی
8	ندائے منبر و محراب	مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ
9	شاہکار تقریریں	مولانا محمد ناظم ندویؒ
10	اصلاح اللسان	ضیاء الدین قاسمی ندویؒ
11	خطباتِ حکیم الاسلامؒ	قاری محمد طیبؒ
12	خطباتِ مفکرِ اسلامؒ	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
13	خطباتِ رحمت	مفتی رحمت اللہ ندویؒ
14	تقریر سیکھیے	مفتی جمیل احمد نذیری
15	راہنمائے خطابت	مفتی ابولبابہ شاہ منصور

رسائل وجرائد (عربی)

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	البينات	(کراچی)
2	الفاروق	(کراچی)
3	مجلة السلام	(کراچی)
4	البعث الاسلامي	(لکھنؤ)
5	العالم الاسلامي	(ریاض)
6	الدعوة	(ریاض)
7	المجتمع	(ریاض)
8	الرابطة	(ریاض)
9	الرائد	(المانیا)
10	الرائد	(لکھنؤ)
11	اِقرأ تتحسن لغتك	(نئی دہلی)

رسائل وجرائد (اردو)

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	بینات	(کراچی)

2	الفاروق	(کراچی)
3	شریعہ اینڈ بزنس	(کراچی)
4	البلاغ	(کراچی)
5	الشریعۃ	(گوجرانوالہ)
6	الابرار	(کراچی)
7	لولاک	(ملتان)
8	ختم نبوت	(کراچی)
9	قافلہ حق	(سرگودھا)
10	فقیہ	(سرگودھا)
11	الحق	(اکوڑہ خٹک)
12	انوارِ مدینہ	(لاہور)
13	النخیل	(کراچی)
14	مجلہ صفدر	(لاہور)
15	ضرب مؤمن	(کراچی)
16	تعمیرِ حیات	(لکھنؤ)
17	معارف	(اعظم گڑھ)
18	الفرقان	(لکھنؤ)
19	بانگِ حراء	(لکھنؤ)

20	ارمغان	(پھلت)
21	تعمیرِ افکار	(رائے بریلی)
22	پیامِ عرفات	(رائے بریلی)
23	المؤمنات	(لکھنؤ)
24	البلاغ	(ممبئی)
25	نوائے ہادی	(کانپور)
26	ندائے شاہی	(مرادآباد)
27	ترجمانِ دارالعلوم	(نئی دہلی)
28	اردو بک ریویو	(نئی دہلی)
29	ایوانِ اردو	(نئی دہلی)
30	آئینہ مظاہر علوم	(سہارنپور)
31	سہ روزہ دعوت	(نئی دہلی)
32	افکارِ ملی	(نئی دہلی)
33	عالمی سہارا	(نئی دہلی)
34	ندائے اعتدال	(علی گڑھ)
35	الاخبار	(بھٹکل)

چند قابلِ استفادہ کتابیں

نوٹ: آغازِ سال میں مقصد کی تعیین و تجدید کے لیے حسبِ ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا اور سرگرمِ عمل کرنے نیز شوق و رغبت پیدا کرنے میں یہ کتابیں بہترین معاون ثابت ہوں گی۔

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف
1	مشاہیر کی محسن کتابیں	مولانا محمد عمران خان ندویؒ
2	علمائے سلف	مولانا حبیب الرحمٰن شیروانیؒ
3	استاد اور شاگرد کے حقوق	مولانا اشرف علی تھانویؒ
4	پاجا سراغِ زندگی	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
5	آدابِ المتعلمین	مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ
6	میری علمی و مطالعاتی زندگی	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
7	آدابِ شاگردی	ترجمہ: عبدالحمید اطہر ندوی
8	بڑوں کا بچپن	مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ
9	بڑوں کی باتیں	سالک دھامپوری
10	مطالعہ کیوں اور کیسے؟	رحمت اللہ نیپالی ندوی
11	متاعِ وقت اور کاروانِ علم	ابن الحسن عباسی
12	قیمۃ الزمن عند العلماء	شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ

13	الوقت ھو الحیاۃ	دکتور یوسف القرضاوی
14	الوقت فی حیاۃ المسلم	دکتور یوسف القرضاوی
15	تنظیم الوقت	م-ر-رباعی
16	ادارۃ الوقت	مصطفیٰ محمد الطحان

ان مصنفین اور مؤلفین کو پڑھیں

نمبر شمار	مصنف کا نام	نمبر شمار	مصنف کا نام
1	امام ابنِ تیمیہؒ	2	علامہ ابن القیمؒ
3	علامہ ابن الجوزیؒ	4	امام غزالیؒ
5	شیخ محمد الغزالیؒ	6	شیخ محمد المبارکؒ
7	دکتور یوسف القرضاویؒ	8	مصطفیٰ صادق الرافعیؒ
9	سید قطب شہیدؒ	10	محمد قطبؒ
11	سعید رمضان البوطیؒ	12	احمد امین مصریؒ
13	شیخ عبد الفتاح ابوغدۃؒ	14	مصطفیٰ سباعیؒ
15	انور الجندیؒ	16	علی طنطاویؒ

17	شیخ ابوزہرہؒ	18	دکتور وہبہ زحیلی
19	عباس محمود العقاد	20	امیر شکیب ارسلانؒ
21	مجدد الفِ ثانیؒ	22	شاہ ولی اللہ دہلویؒ
23	شاہ عبدالعزیز دہلویؒ	24	شاہ اسماعیل شہیدؒ
25	علامہ شبلی نعمانیؒ	26	علامہ سید سلیمان ندویؒ
27	مولانا اشرف علی تھانویؒ	28	مولانا حسین احمد مدنیؒ
29	مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ	30	مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
31	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ	32	مولانا غلام رسول مہرؒ
33	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	34	مولانا ابوالکلام آزادؒ
35	مولانا عبدالرشید نعمانیؒ	36	مولانا محمد منظور نعمانیؒ
37	شاہ معین الدین ندویؒ	38	مولانا حبیب الرحمٰن شیروانیؒ
39	مولانا محمد میاں دہلویؒ	40	مولانا عبدالسلام قدوائی
41	مولانا محمد الحسنیؒ	42	قاری صدیق احمد باندیؒ
43	مولانا یوسف بنوریؒ	44	مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ
45	مفتی تقی عثمانی	46	مفتی رفیع عثمانی

47	مولانا شاہ حکیم محمد اخترؒ	48	مولانا سرفراز خان صفدرؒ
49	شیخ الحدیث زکریا کاندھلویؒ	50	مولانا ادریس کاندھلویؒ
51	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	52	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ
53	مفتی ابولبابہ شاہ منصور	54	مولانا ابن الحسن عباسی

ایک منظوم کلام بر مطالعہ

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشمِ دل کے واسطے کاجل مطالعہ
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ
کرتا ہے دور جہل کی دلدل مطالعہ
تعلیم کے بڑھاتا ہے کس بل مطالعہ
یہ تجربہ ہے خوب سمجھتے ہیں وہ سبق
جو دیکھتے ہیں غور سے اول مطالعہ

ہم کیوں مطالعہ نہ کریں ذوق و شوق سے
کرتے نہیں ہیں احمق و اجہل مطالعہ
ناقص تمام عمر وہ رہتے ہیں علم سے
ہوتا نہیں ہے جن کا مکمل مطالعہ
کھلتے ہیں راز علم کے انہیں کے قلوب پر
جو دیکھتے ہیں دل سے مسلسل مطالعہ
ہے تشنگان رشد و ہدایت کے واسطے
اصرارِ عقل و نقل باوّل مطالعہ
اسعد مطالعے میں گزاروں تمام عمر
ہے علم و فضل کے لیے مشعل مطالعہ

(از حضرت مولانا اسعداللہ صاحب
سابق ناظم مظاہر العلوم ، سہارنپور)